بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقائد باطلہ کے رد میں بہترین تصنیف

مصنف

استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث علامہ سید غلام محی الدین شاہ سلطانپوری مد ظلہ

شیخ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

دعوۃ الحق
فی جواب
معیار الحق

ناشر

رضا پبلی کیشنز ○ راولپنڈی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : دعوۃ الحق فی جواب معیار الحق
ناشر : رضا پبلی کیشنز راولپنڈی
مطبع : لیاقت شاہد پرنٹرز، لاہور
سن اشاعت : ۱۹۹۶ء
تعداد : ایک ہزار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ہو عالم بالذات ومعین للعباد علیٰ وجہ الکمال والاستقلال ومنہ الانبیاء والاولیاء علم الغیب والاعانۃ للضعفاء علیٰ حسب عطائہ بلا احتلال فجاز لنا الاستعانۃ بھم وان ابی الجھال واھل الضلال الذین یقرء ون ایات القراٰن فی غیر محلھا المخداع والاضلال۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النّبیین الذی لا یماثلہٗ احد فی العلو والکمال لنا الطیبات ووضع عنا الاغلال۔ وعلیٰ الہٖ واصحابہ الذین بایعوا علیٰ اشاعۃ السنۃ واستیصال الضلال امابعد

تمہید:- ناظرین اس تشتت واختلافات کے دَور میں جوکہ زمانہ خیرالقرون سے جتنا ہی دُور ہوتا جائے گا تا منتہیٰ اتنا ہی اس میں اختلافات کا بڑھنا اور مذہب حقہ کے کمزور بصورت قلت افراد ہونے کا خطرہ ہے۔ حسبِ فرمودات آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور بمطابق عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ فقلوبنا بہٖ موقنات ان ماقال واقع۔ (ترجمہ) ہم معتقد ہیں کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں وہ ہو کر رہتا ہے کیونکہ اس آقا کا بولنا "ماینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" کا مصداق جس کی آئندہ کے متعلق دی ہوئی خبریں عدم وقوع کا گمان بھی بوجہ استلزام تکذیب قرآن کفر ہے۔

اس سیدالانس والجان علیہ السلام نے اپنی اُمّت کے فرقوں میں سے ایک کا ناجی اور دُوسروں کا غیر ناجی ہونا بیان کرتے ہُوئے فرقہ ناجیہ حقہ کی علامت کا

ذکر کیا اور فرمایا **ما انا علیہ واصحابی۔ وقولہٗ بدء اسلام غریبًا وسیعود غریبًا** ترجمہ: ۱ے ان اعتقادات وافعال کا معتقد و کرنیوالا ہونا جو میرے اور میرے صحابہ کے عقائد و افعال ہیں۔

(۲) ۱ے: اسلام کی ابتدا قلیل افراد سے ہوئی بطور امتداد زمانہ خیر القرآن آخر اس کی کثرت بصورت بعد از زمانہ خیر القرون قلیل ہوتی جائے گی۔ (۲) یا اسلام، دین حق اپنے ابتدائی زمانہ میں کفار مکہ کو نرالا مذہب معلوم ہوا اور یہ آخر زمانہ فتن میں نرالا سمجھ کر اس سے نکلتے ہوتے اور فرقوں میں بٹتے جائیں گے۔

فرقہ ناجیہ کی علامات اور بھی ہیں مگر اختصاراً اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

لفظ غریب لغت عرب میں بمعنی قلیل الافراد اور نرالا دو طرح سے آیا ہے۔ اس لیے حدیث کے دو ترجمے بوجہ ان دو معنوں کے کیے گئے۔ ان ہر دو ارشادات کو پڑھ کر فرقہ ناجیہ کی تین علامتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱ے ان عقائد اور افعال واقوال کا معتقد اور فاعل و قائل ہونا جو صحابہ کے عقائد و اقوال اور افعال تھے۔

۲ے جس کی ابتداء قلیل سے کثیر ہو اور زمانہ پُر فتن میں کثیر سے قلیل ہوتا جائے۔

۳ے جس کے عقائد کفار کو عجیبہ معلوم ہو کر اس میں داخل ہونے سے مانع رہیں۔ آخر وہی عقائد مسلمانوں کو عجیبہ معلوم ہو کر اس سے نکلنے کا باعث بنیں۔

انطباق علامات

ان علامات میں غور و فکر کیا جائے تو موجودہ فرقوں میں سے صرف اہلسنّت وجماعت ہی ان علامات کا متحمل و مصداق بنتے ہوتے فرقہ ناجیہ و مذہب حقہ ہونے کا حقدار ہے۔

رفع الالتباس

اہل سنت وجماعت میری مراد وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کریم کو وحدہٗ لاشریک من حیث الذات والصفات

مانتے ہوتے انبیاء کرام و اولیاء عظام کو باعطاء اللہ متصف بعلم غیب وغیرہ حسب مراتب مانتے ہیں۔ نہ وہ لوگ جو دعویٰ کے طور پر اہلسنت وجماعت کہلاتے ہیں مگر عقیدۃً و اقوالاً محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبع و پیروکار ہیں۔

انطباق ۱ے: جو عقائد اہل سنّت وجماعت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں۔ مثلاً معلم الغیوب ہونا معطی و منعم ہونا، دافع البلاء وغیرہا کے صحابہ کرام بھی ان عقائد کے معتقد اور اقوال کے قائل تھے۔ جس کا ذکر احادیث میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ رسالہ کے اندر کی ابحاث میں احادیث کا ذکر کیا جائے گا۔

۲ے: یہی جماعت اہل سنت وجماعت زمانہ سابقہ میں جو خیر القرون کے جتنا نزدیک تھا بہ کثیر التعداد والافراد تھی اور زمانہ حال و استقبال میں جتنا بُعد ہوتا جا رہا ہے اس کے افراد میں کمی ہو رہی ہے۔ جس طرح ابتداءً کثیر الافراد بمطابق **الحق یعلو ولا یعلی علیہ** چمک کر رہا تھا ابھی کثیر الافراد پر اس کی حقانیت ثابت ہو کر رہے گی جبکہ اس سے اغراض واجتناب کرنے والے دست تاسف ملتے ہوتے **یٰلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا** (پ۱۹) پکار اُٹھیں گے۔

ناظرین غور کریں آج سے کچھ مدت پہلے لوگ وہابیت کے نام و مفہوم سے ناواقف تھے۔ مگر اب دیکھئے کہ ہر ایک اس کو جانتا ہے۔ جس قصبہ اور گاؤں میں ایسے عقائد والوں کا نام تک بھی نہ تھا، مگر اب اس میں کئی ایک افراد موجود ہیں اور جس شہر میں آگے بھی تھے، ان کی کثرت ہوتی جا رہی ہے۔ کثرت اضافیہ یعنی پہلے سے زیادہ اس پُر فتن دور میں تعداداً بڑھنا ہی فرقہ ناجیہ ہونیکی علامت ہے۔ اللہ کریم سے دُعا ہے کہ بندہ کو اس جماعت میں رکھے اور اسی کے عقائد پر خاتمہ کرے۔

جو ابتداءً بڑھتی چلی آئی ہے اور زمانہ اختلافات میں کم ہوتی جا رہی ہے جس کے عقائد باللہ و بالنبی پہلے کفارِ مکّہ کو نرالے نظر آتے تھے اور اس زمانہ میں زعمی خود ساختہ توحید کے علمبرداروں کو عجیبہ نظر آرہے ہیں۔

ناظرین سے غور و فکر کی درخواست ہے کہ توحید کے بیان میں تحقیرِ انبیاء کرنے والے علماء کی قرآن خوانی پر محظوظ ہونے والے حضرات کو چاہیے کہ غور کریں اور ہمارے اور تمہارے اسلاف جو اہلِ سنّت و جماعت کے عقائد رکھتے ہوتے رحلت کر گئے۔ محفوظ رہے یا نہ رہے اگر نہیں تو ان کی تقلید کرنے والو! ان فتاویٰ کے متعلق کیا کہو گے، کہ ہم کن کی اولاد ہیں؟

۳ : پہلے کفارِ مکّہ کو بھی مسلمانوں کے عقائد مثلاً اللہ کا ایک ہونا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ایسے کمالات سے متصف ہونا جو اور انسانوں میں مفقود اور عقلِ انسانی سے بالاتر تھے۔ نرالے نظر آتے۔ حتیٰ کہ انھوں نے اپنے عقل کے اندر محدود رہتے ہوتے اپنے حال پر قیاس کر کے الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا (پ ۱۵) انکار کیا جن کی قسمت میں نہ تھا اسلام سے باہر ہی رہا جیسا قصۂ معراج کا مکالمہ ابو جہل و صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پہ غور کیا جائے۔ ابو جہل کمالاتِ نبوت کو نہ سمجھتے ہوئے منکر ہو کر لعین بنا لیکن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کی عطاء کو مانتے اور کمالاتِ نبوی کو جانتے ہوئے اقرار کر کے جب حضورؐ کہہ رہے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ صدیق اکبر جیسا بے مثالی لقب حاصل کیا۔ یہی فرقۂ ناجیہ ہونے کی علامات ہیں، جو ارشادِ نبویؐ سے معلوم ہوئیں۔

رفع الاشتباہ ۱

سوال:۔ جو افعالِ صحابہ تھے مثلاً سنت کا پابند ہونا، پڑھنا اور پورے خضوع و خشوع کو برقرار رکھنا۔ ایسے اعمال تو آج کل وہابیوں میں پائے جاتے ہیں، تو پھر یہ بھی فرقۂ ناجیہ ہو گئے۔

جواب:۔ واقعی ان اعمال و افعال کے اچھا ہونے سے انکار نہیں لیکن مدارِ نجات صرف اعمالِ حسنہ پر نہیں ہے عقائد باللہ و رسولہٖ کا ٹھیک ہونا ضروری ہے کیونکہ جن کا عقیدہ ٹھیک نہ ہو ان کو سفارشِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی معافی نہیں دی جاتی اور اپنے محبوب علیہ السلام کو بایں الفاظ ذلك بانهم كفروا بالله ورسوله (پ ۱۰) کہہ کر تسلی دی کہ تو اگر سفارش کرے تو میں معاف کرتا ہوں مگر چونکہ وہ لوگ جن کی تو سفارش کر رہا ہے، میرے اور تیرے ساتھ کفر کر کے دنیا سے چلے گئے۔ لہٰذا ایسوں کو معاف نہیں کیا جاتا۔ تیرے رحمت العالمین ہونے کا تو تقاضا یہی ہے کہ تو ان کے لیے سفارش کرے۔

مگر میں جبّار و قہار بھی ہوں، اس لیے اپنے اور اپنے محبوب (یعنی تیرے) دشمن کو معاف نہیں کرتا۔ اور جن کا عقیدہ ٹھیک ہو اگرچہ اعمال بُرے ہوں۔

تو ایسے لوگوں کو بطفیل شفیع المذنبین علیہ السلام بمطابق ارشادِ خداوندی۔ اولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات (العرفان پ ۱۹) بخشا جائے گا۔ اس سے یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ بُرے اعمال کرنے چاہیئں بلکہ حسبِ قدرت بچا جائے اگر ہو بھی جائیں تو مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے۔ مگر تب ہی جبکہ عقیدہ ٹھیک ہو۔ فافہم۔

سبب تحریر

پچھلے دنوں ایک رسالہ مسمیٰ بہ "دعوت الحق" جو ارید بہا الباطل کا مصداق ہے پڑھنے میں آیا۔ جس میں مرتب رسالہ نے بلا لحاظ اعتبارات مختلفہ اور حیثیات متعددہ بطریق مطلق عقائد اہلِ سنت و جماعت کو شرک و کفر ثابت کرنے کی ناپاک

کوشش کرکے سوادِ اعظم پر فتویٰ شرک لگایا، اور اپنے دعاوی باطلہ کو ثابت کرنے کے لیے آیاتِ قرآنیہ و اقوال فقہاء کو بطور استدلال حسبِ معانی مزعومہ ذکر کیا۔ مگر استدلال کرتے ہوئے جو غور و فکر نہ کیا کہ یہ مفہوم آیات و اقوال سے کتنا متعارض و متناقض ہے، مگر کب التفات ہوتا؟ کیوں کہ پھر فتویٰ شرک نہ لگ سکتا تھا اور اس سے اپنی تحصیل مبلغات کے ختم ہو جانے کا خطرہ تھا اس لیے کہ جب سب لوگ عقیدۃً موافق ہو جائیں تو پھر ان "اپنے منہ میاں مٹھو" (مصلحین قوم) کو فتویٰ شرک لگانے کے لیے کون بلاتے؟

یہ جتنا کام ہو رہا ہے پیٹ کے لیے ہے، خدا کے لیے نہیں۔ اور مدعا یہ ہے ع

خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

انعکاس الطعن

مرتب نے علمائے اہلسنت کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ طماعِ دنیا اور نفس پرست مولوی" الخ۔ اس کے متعلق یہ ہے کہ واقعی جو شخص کسی نیک کام کو مفاد دنیاوی کے لحاظ سے کرے اس کے لیے آخرت میں جزائے نیک کی امید نہیں رکھی جاتی اور نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سب کے افعال اخلاص لِلّٰہیّت پر مبنی ہیں، لیکن آپ نے جو دنیا میں معرکہ شروع کر رکھا ہے، اس میں کون سی لِلّٰہیّت ہے۔ کیا یہ بھی شکم پرستی اور طلب زر ہی کے لیے نہیں، مگر ہمارے اور تمہارے درمیان بعید ہے، ہم انبیاء و اولیاء کی تعریف و توصیف بیان کر کے اپنے مفادات کو حاصل کرتے ہیں جو اپنے طور پر اعمال حسنہ اور کار ثواب، لیکن آپ مقبولانِ الٰہی کی تحقیر کرتے ہوئے شکم پری کر رہے ہیں جو با اخلاص اور بے اخلاص ہر طرح گناہ ہے۔

ہم تو آقائے کل علیہ السلام کو عبد و بشر و مخلوق مانتے ہوئے بھی اپنے عجز و انکسار کا اظہار کر کے کہتے ہیں کہ آقا دنیائے عالم نے آپ کو پورا نہیں جانا ؎

در حریمِ سترِ تعظیم تو کسی را راہ نیست
وز کمالِ احتشامت ہیچ کسی آگاہ نیست

مگر تم اور تمہارے پیشوا شفیع المذنبین علیہ السلام کے متعلق ایسے الفاظ کہہ لکھ گئے جن کو کوئی شخص اپنے بزرگ غیر معصوم کے لیے ٹھیک نہ تصور کرتا۔ اختصار اجازت نہیں دیتا۔ دورانِ بحث رسالہ میں ذکر چند ملفوظات و مکتوبات کیا جائے گا، لیکن تمہارے جیسوں کو کیا کہا جاوے تمہاری تو یہ مثال ہے ؎

خرد کا جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے تمہارا حسن کرشمہ ناز کرے

ایک غلطی کا ازالہ

اکثر سنا جاتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے قرآن پیش کرتے ہیں۔ جب قرآن ایک چیز کو شرک و حرام کہے تو پھر کیونکر اس سے انکار کیا جاتا ہے۔ قارئین:۔ کسی مدعی کا اپنے دعویٰ پر خواہ اثبات شی ہو یا نفی، نفس استدلال بالقرآن اس کے حق ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ اللہ کریم جس طرح ساری دنیا کے لیے اللہ ہے، اس نے ہی ایسی کتاب بھی نازل کر دی ہے جس سے دنیا والے اپنے مطالب کے موافق معانی کر کے استدلال کر رہے ہیں تو کیا ہر ایک مستدل حق پر ہونا مانا جائے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ حق پر ہونا تب ہو گا جبکہ طریقہ استدلال میں کسی آیت قرآن سے اس کا تخالف و تعارض نہ آتا ہو۔ کیونکہ قرآن میں حقیقی طور سے تعارض و تناقض نہیں۔ تو پھر یہ تعارض ہماری سمجھ سے پیدا ہو گا۔ مثلاً اگر مستدل نے ایک آیت سے نفی مطلق پر استدلال کیا اور دوسری ایک آیت میں اثبات بعض ہے، جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ مستدل بھی مانتا ہے تو پھر اس تخالف کو اٹھانے کے لیے کہنا پڑے گا کہ مستدل نے جو نفی مطلق کی، ٹھیک نہیں بلکہ اس میں نفی بعض ہے جو اثبات بعض سے معارض نہیں کیوں کہ سالبہ کلیہ نقیضِ موجبہ جزئیہ ہے، سالبہ جزئیہ معارض موجبہ جزئیہ نہیں۔

قرآن کریم نے مختلف مقامات و اعتبارات کے لحاظ سے ایک ہی لفظ کو مختلف معانی میں بوجہ ذاتی، عطائی، حقیقی، مجازی وغیرہ استعمال کیا ہے جس پر غور

نہ کرنا اور ایک ہی اعتبار کو لے کر فتویٰ دیتے جانا حکم قرآن کے خلاف ہے کیونکہ انکارِ بعض القرآن مستلزم کل ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ منہ التوفیق والسداد

شرطِ فتویٰ

کسی کے قول و فعل کے متعلق فتویٰ کفر و عدمِ کفر، جواز و عدمِ جواز دینے کے لیے عارف باللغت و واقف اقوال فقہاء ہونے کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر قول و فعل ذو احتمالات ہوں، اور کسی ایک احتمال کا یقین بھی نہ ہو تو پھر ضروری ہے کہ فتویٰ علیٰ سبیل التبادل حسب احتمالات دیا جائے۔ مثلاً اگر یہ ہے تو جائز، اگر وہ ہے تو ناجائز۔ یہ نہیں کہ ایک احتمال کو ہی اپنی طرف سے قائل و فاعل کے ذمہ لگا کر فتویٰ حسبِ مراد و قصد دیتے جانا۔ اگرچہ قائل قول کہتا رہے کہ میرا خیال یہ نہیں ہے جیسا کہ علمبردارانِ توحید شیطانیہ زعمیہ نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ میرا یہ کام ولی یا نبی نے کیا ہے تو بس اس پر ان پر طرف سے ایک ہی فتویٰ کہ "مشرک ہو گیا" اگرچہ وہ ان احتمالات کا معتقد ہو جو شرک نہیں مگر یہ لوگ مدعیانِ اصلاح سے

بادو عصیاں سے دامن تر بتر ہے شیخ کا
پھر بھی دعویٰ ہے کہ اصلاحِ دو عالم ہم سے ہے

اقوالِ فقہاء

نمبر۱۔ فتاویٰ سراجیہ نولکشور:۔

المفتی اذا سئل عن مسئلة یمعن النظر فیها کان من جنس مایفصل ولا یجیب علی الاطلاق فانه یکون مخطیا (ص۴۸۵)

مفتی پر لازم ہے کہ کسی مسئلہ کا فتویٰ دیتے ہوئے اگر وہ مسئلہ متعدد احتمالات رکھتا ہو تو پھر تفصیل کر کے ہر ایک کا جواب علیحدہ علیحدہ دے۔ بصورتِ دیگر علی الاطلاق دینے میں مخطی ہوگا۔ ہکذا فی الفقہ۔

نمبر۲۔ درِ مختار:۔ اما العلامات للافتاد فقوله وعلیه الفتوی و به یفتی به ناخذ وعلیه الاعتماد (رسم المفتی)

کسی کتاب کے اقوال کے نقل کرنے کی صورت میں اگر ان میں ایسی علامات نہ پائی جائیں تو پھر صرف قول کو سندِ فتویٰ قرار دینا ٹھیک نہیں ہے۔

کہیئے! مفتی فرقہ غلام خانیہ، بھچرائیہ! کبھی تم نے بھی مسلمانوں کے کسی فعل و قول پر فتویٰ دیتے ہوئے تفصیل کو زیرِ غور لایا ہے؟ اور رسم المفتی کی علامات کو بھی دیکھا ہے؟ مگر نہیں۔ یہ تب ہو سکتا ہے جب کہ کسی مسلمان کو فتویٰ شرک سے بچانا مقصود ہو۔ مگر جب کہ قطعاً فتویٰ لگانا ہی ہو تو کیسے اعتبارات کے تعداد پر نظر ڈالی جا سکتی ہے۔ الامان الحفیظ

ایک بات

ناظرین! قرآن کریم اتنی فصیح و بلیغ کلام ہے جس کی مماثل کوئی کلام نہیں لیکن اللہ کریم نے اپنی کتاب مجید میں مشرکین و کفار کی تردید میں مختلف پہلوؤں کو زیرِ استعمال لایا ہے۔

مؤلف رسالہ اور اس کی پارٹی اس طریقہ تردید کو پوری طرح نہ سمجھتے ہوئے غلطی میں پڑھ کر یہ سمجھ بیٹھے کہ اس آیت میں جو صفات ذکر کیے ہیں کسی میں کسی طرح بھی ماننے شرک ہے حالانکہ قرآن کریم تردید مشرکین میں جس پہلو کو استعمال کر رہا ہے وہ اور ہے اور مسلمان غیر اللہ میں ان صفات کو جس حیثیت سے مانتے ہیں۔ یہ اور ان میں فرق عظیم ہے لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا ٹھیک نہیں۔

قاعدہ تردید خصم

علم مناظرہ میں ہے کہ کسی مقابل کے دعویٰ کی تردید کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ نفس دعویٰ کی نفی کی جائے دوسرا خصم کے مدعٰی کے لوازمات کی نفی کر کے مدعٰی ملزوم کی نفی کی جائے مثلاً ایک شخص دعویٰ کرتے ہوئے ایک آدمی کو کہے، یہ گدھا ہے، تو اس کی تردید اس طرح

کی جاوے گی۔

نمبر۱۔ یہ ٹھیک نہیں کیونکہ گدھے کی تعریف حیوان ناہق یہاں موجود نہیں، بلکہ یہ حیوان ناطق ہے۔

نمبر۲۔ گدھا نہیں، کیونکہ گدھا کے لوازمات مثلاً چار ٹانگیں ہونا، کان لمبے ہونے وغیرہما یہاں موجود نہیں لہٰذا انتفاء لوازم کے وقت "ہٰذا حمار" کا دعویٰ بمطابق انتفاء لازم انتفاء ملزوم کو چاہتا ہے قطعاً باطل ہوا۔

ان ہی دو صورتوں کو قرآن کریم نے استعمال کیا ہے جیسا کہ ناچیز ان دونوں طریقوں کو اپنی ابحاث "مشرکین کا شرک، کفّار کا کفر" کے تحت مفصل بیان کر کے ثابت کرے گا کہ جو طریقہ قرآن نے تردید مشرکین کرتے ہوئے نفی لوازم ملزوم کے طور پر کیا ہے اس کو مسلمان پر فتویٰ شرک لگانے کے لئے سند پکڑنا باطل ہے۔

بوجہ اختصار ناظرین کو لازم ہے کہ غور و فکر نام سے پڑھیں۔ نیز ان دو بحثوں یعنی مشرکین کا شرک اور کفّار کا کفر کیا تھا، کے بعد فیصلہ قارئین کے ذمہ ہوگا کہ کیا مشرکین کا شرک جو قرآن سے مفہوم ہو رہا ہے، اس کا کوئی مسلمان معتقد ہے؟ اگر نہیں تو مفسر قرآن کو لازم ہے کہ ان آیات کو پڑھ کر بطریقہ استدلال باطل مسلمانوں کو مشرک بنانا چھوڑ دیں اور قرآن سے کفّار کا کفر جو چیزیں جو کہنی نہ ماننی وجہ کفر معلوم ہو رہی ہیں۔ اس زمانہ میں کون لوگ اس کے مرتکب ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر ان کو لازم ہے کہ ایسے طرز و طریق کو چھوڑ دیں جو کفار کا طریقہ بیان و تکلم تھا۔

بیان میں صرف قرآنی آیات کو لکھا جاوے گا۔ تاکہ معلوم ہو کہ قرآن نے ایسے طریقوں کو بھی پوری طرح سے بیان کیا ہے جو کفّار کے لیے موجب کفر بنے لیکن آجکل کے مولوی ان ہی طریقہ استعمال کو بیان کر کے اپنے منہ مسلمان بلکہ مصلح اعظم بنے بیٹھے

ہیں۔ ناراض نہ ہونا ؎

نہ تم ہم پہ ستم ڈھاتے نہ ہم فریادیوں کرتے!
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

دُعاء اے مولیٰ کریم! مجھے لکھنے میں حق جو تیرے نزدیک ہے اس کی توفیق بہ طفیل اپنے محبوب شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما اور جو چیز غلط ہے اس سے میری سمجھ، زبان اور ہاتھوں کو بچا، اور تعصب و عناد کو میرے دل میں جگہ نہ دے۔ ماتوفیقی الا باللہ

للتوضیح

نفی کی قسم جہاں کہیں نفی کے بعد استثناء کی جائے اس کی بہت سی قسموں میں سے دو یہ ہیں:۔ **نفی مطلق بطریقہ مطلق** **نفی مطلق بطریقہ خاص** مفسرین قرآن کریم نے بھی ان دو قسموں کو بیان کیا ہے جن میں فرق نہ کرنا، نہ سمجھنا غلط استدلال کا ذریعہ ہوتا ہے۔

مثال اوّل:۔ **لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ** اس میں نفی مطلق بطریقہ مطلق ہے یعنی اللہ کے بغیر کوئی اور اللہ نہیں، خواہ ذاتی یا عطائی، مستقل، غیر مستقل، ازلی، حادث وغیرہ، جس طرح بھی کیا جاوے مخالف کلمہ توحید ہے۔ کہنے والا مشرک۔

مثال ثانی:۔ **لاموجود الا اللہ۔ لامقصود الا اللہ** اس میں نفی مطلق بطریقہ خاص ہے۔ نہ مطلق یعنی حقیقی، ذاتی، ازلی، مستقل اللہ کے بغیر کوئی موجود نہیں بلکہ جس میں وجود ہے عطائی، حادث، غیر حقیقی۔ مگر جس کو جتنا دے دیا، کسی کو سب دنیا سے بڑھ کر دے دیا، خلاف شرع نہیں ہوگا۔ اسی

طرح قرآن کریم نے جہاں نفی شرک ذاتی پر دلیل پیش کی ہے وہاں نفی مطلق بطریقہ مطلق ہے۔

اور جہاں شرک صفاتی پر ابطالاً دلیل دی گئی وہاں نفی مطلق بطریقہ خاص ہے یعنی جس حیثیت سے غیر اللہ میں ماننا شرک ہے نہ مطلقاً قرآن کے طریقِ استدلال میں فرق نہ کرنا اور فتویٰ لگائے جانا خلافِ منشاء مولیٰ کریم ہے۔ ایسے شخص کا دعویٰ شیخ القرآن و مفسر القرآن غلط ہی نہیں بلکہ وہ محرف القرآن ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اصلی مفہوم سمجھنے کی توفیق دے۔

صفات کے متعلق صورتیں

کسی ماسوی اللہ میں صفات مثل علم، سمع، بصر، نافع وغیرہ ماننے یا نہ ماننے کے متعلق تین صورتیں ہیں ۱ تشبیہ محضہ ۲ تنزیہ محضہ ۳ تنزیہ بالتشبیہ بلا تشبیہ۔

نمبر۱۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں بطریقہ مشابہت تامہ غیر میں ماننی غلط معتقد ہذا۔

نمبر۲۔ غیر خدا میں مطلقاً نفی کردینی کہ یہ موجب شرک ہے۔ یہ بھی غلط، جس کے معتقد یہ (صفحہ نمبر ۱۷ پر)

قولِ خداوندی :۔ انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا ٥ ہم نے انسان کو نطفہ سے پیدا کر کے سننے اور دیکھنے والا کیا۔ سورۃ دہر (پ ۲۹)

(۲) لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا۔ سورۃ النساء (پ۴)

تم نہیں جانتے ان (ورثاء) سے تمہارے لیے کون زیادہ نافع ہے۔

نمبر۳۔ مذکورہ صفات کو اللہ کے غیر میں ماننا، مگر جیسی اللہ میں ہیں ویسی نہیں، بلکہ وہ دوسری حیثیت سے جو باعطاء اللہ، بخلق اللہ، بارادۃ اللہ جیسے اسباب

پر موقوف ہوں گی، ایسی اللہ میں نہیں۔

یہ صورت جس میں تنزیہہ بھی ہے اور تشبیہ بھی، مگر غیر تامہ۔ یہی مذہب اہلِ سنت وجماعت کا ہے جو تعطیل و تشبیہ کے مابین ہے۔ نہ ہم اُن کے حامی نہ ہم اِن کے حامی (وہابیت کے) آئندہ ابحاث میں جہاں کہیں اثبات مدعیٰ میں دلائل پیش کیے گئے وہاں اس تیسری صورت کو ملحوظ رکھا جاوے۔ پہلی دونوں باطل اور ان کے معتقدین ضَلّوا فاَضَلّوا گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں) کے مصداق ہیں۔ ہمارے نزدیک صفات الہیہ جس حیثیت سے ہیں کسی غیر میں ماننی خواہ ماتحت الاسباب ہوں یا مافوق الاسباب غلط اور شرک یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو چیز شرک ہو کسی لحاظ سے جائز بن جائے یہ نرالی اصطلاح وہابیہ ہی کو نصیب ہو کہ اپنے مقاصد (چندہ و سفارش مقدمہ وغیرہ جیسے امور) کو تو تحت الاسباب کا ٹیکہ لگا کہ صحیح کہہ دیا اور دوسروں کا معاملہ بالاولیاء کو فوق الاسباب کہہ کر شرک ٹھہرا دیا حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ ان امور میں بھی ایک سبب ہے باعطاء اللہ وارادۃ اللہ بندے کا کوئی کام سبب کے بغیر نہیں کیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ چندہ دینے میں غنی مستقل ہے، چاہے دے چاہے نہ دے کوئی طاقت اس پر آمر و مانع نہیں؟ ہرگز نہیں، بلکہ ضرور ماننا پڑے گا۔

یہی اوپر والی طاقت کا ماننا نہ ماننا ماتحت الاسباب و مافوق الاسباب ہے، نہ کہ تمہارا فرض جیسے "جواہر القرآن" وغیرہ ہیں۔ خدا سے شرم کرتے ہوئے تکفیر المسلمین سے باز آؤ۔

شرک کے اقسام

شرک دو قسم کا ہے۔ شرک ۱ فی الذات یعنی اللہ کے سوا موجودات میں سے خواہ وہ ذی روح ہو یا جماد ہو، سمع و بصر سنائی رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو کو "اللہ" کہنا مطلقاً شرک ہے۔

اور مرتکب وقائل ہذا شرعاً مشرک کہلائے گا خواہ کوئی سا اعتبار رکھا جائے۔ ذاتی، عطائی جیسے اعتبارات فرق پیدا نہ کرسکیں گے۔ نہ ہی قرآن کریم میں "اللہ" کا اطلاق کسی ماسواء اللہ پر آیا ہے جس سے ثبوت ملتا ہو۔

نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کل یا بعض کو اس حیثیت و اعتبار سے جس طرح اللہ کریم کی صفات ہیں بمماثلت ماننا یہ بھی شرک ہے۔

نمبر۳۔ صفاتِ الٰہیہ کو کسی مخلوق انسان و دیگر میں بطریقہ اعطاء اللہ غیر ازلی ماننا یا کہنا یہ شرک نہیں ہے۔

قرآن کریم و احادیث مقدسہ میں ان اقسام کے متعلق نصوص پائی جاتی ہیں، پہلے شرک فی الذات کا مرتکب مشرک ہی کہلائے گا۔ خواہ صفات کو کیسے ہی کہے یا معبودانِ باطلہ کو سفارشی مانے، لیکن صفات کے لحاظ سے پہلی قسم بوجہ مماثلت شرک ہے۔

معنی مماثلت

ایک صفت کی جمیع حیثیات میں شرک ہونا، نہ مطلقاً (شرح عقائد نسفی)

اسمِ جلالت (اللہ) کا معنیٰ وصفات

نام ہے واجب الوجود کا جو جمیع صفات کمال کو مستجمع ہے۔ (بذاتہ) اور نقصان وزوال سے پاک (بالکلیہ) حیؔ، قدیرؔ، علیمؔ، خبیرؔ، بصیرؔ، مریدؔ، رازقؔ، خالقؔ، شافیؔ، دافعؔ، غالبؔ، نافعؔ، قدیمؔ، مدبرؔ وغیرہ۔ یہ صفاتِ ذاتیہ یا اضافیہ غیرِ خدا میں ازلاً ابداً استقلالاً و حقیقتاً نہیں پائی جا سکیں۔ ہر ایک چیز اللہ کی طرف محتاج ہے۔ کسی میں ہوں گی تو باعطاء اللہ اور بطریق غیر مستقل و مجازی ہی ہوں گی۔

جس طرح بمطابق:۔ " واللہ یعطی من یشاء اور "علیٰ مایشاء قدیر"۔

اپنے محبوبوں کو مقربین کو حسب مراتب کی ہیں۔ ہمارا ان کو اپنے پر قیاس کرکے انکار کر دینا غلط ہے۔

مشرکین کا شرک فی الذات

مشرکین مکہ وغیرہم شرک فی الذات کے مرتکب تھے۔ یعنی اللہ جل مجدہ، کے غیر کو اپنا اِلٰہ مانتے تھے۔ جو ان کے مشرک ہونے کے لیے کافی ہے خواہ اِلٰہ باطلہ کی صفات کس طرح بھی مانتے ہوں۔ مندرجہ ذیل آیات میں شرک فی الذات کا ذکر اور اس کی تردید ہے:۔

آیت نمبر۱۔ قالوا من فعل ھذا بالھتنا انہ لمن الظالمین ○

کہا انھوں نے کسی نے کیا یہ ساتھ معبودوں ہمارے کے تحقیق وہ البتہ ظالموں سے ہے (پ ۱۷)

آیت نمبر۲۔ قالوا ءانت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم ○

کہا انہوں نے کیا تو نے کیا ہے یہ ساتھ معبودوں ہمارے کے اے ابراہیم۔ (سورۃ انبیاء پ ۱۷)

آیت نمبر۳۔ لو کان ھٰؤلاء الھۃ ما وردوھا وکل فیھا خالدون ○

اگر ہوتے یہ معبود نہ آتے پاس اور ہر ایک بیچ اس کے رہنے والے ہیں (سورۃ انبیاء پ ۱۷ ع ۷)

آیت نمبر۴۔ قالواء الھتنا خیر ام ھو ط ما ضربوہ لک الا جدلاً

وہ کہتے ہیں کہ معبود ہمارے بہتر یا وہ نہیں بیان کرتے اس کو واسطے تیرے یہ بات مگر جھگڑے کو۔ (پ ۲۵ س زخرف ع ۶)

آیت نمبر۵۔ ان اراک الذین کفروا ان یتخذونک الا ھزواً۔ اھذا الذی یذکر الھتکم وھم بذکر الرحمٰن ھم کافرون ○

اور جس وقت دیکھتے ہیں تجھ کو وہ لوگ کہ کافر ہوتے نہیں پکڑتے تجھ کو مگر ٹھٹھا۔ کیا یہی ہے جو مذکور کرتا ہے معبودوں تمہارے کا اور ساتھ ذکر اللہ کے وہی کافر ہیں۔ (انبیاء پ ۱۷)

آیت نمبر۶۔ ام اتخذوا الھۃ من الارض ھم ینشرون ٥

کیا مقرر کیے انہوں نے معبود زمین میں سے کہ وہ پیدا کرتے ہیں؟ (انبیاء پ۱۷)

آیت نمبر۷۔ ام لھم الھۃ تمنعھم من دوننا لا یستطیعون نصر انفسھم وماھم منا یصحبون ٥ کیا واسطے ان کے معبود ہیں کہ منع کرتے ہیں ان کو ہم سے نہیں کر سکتے مدد جانوں ان کی کو اور نہ وہ ہماری طرف سے رفاقت کیے جاتے ہیں (انبیاء پ۱۷)

آیت نمبر۸۔ اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃ یعبدون ٥

کیا مقرر کیے ہیں ہم نے سوائے اللہ کے معبود اور کے عبادت کیے جائیں۔ (زخرف پ ۲۵)

خلاصہ آیات

معلوم ہوا کہ مشرکین اللہ تعالیٰ کے غیر کو بھی آلہ کہا کرتے تھے، جن کی تردید بھی کی گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آلہ کی صفات میں سے ہے کہ اپنے ماننے والے کی امداد خود کر سکے۔ کسی کا محتاج ہونا الوہیت کے خلاف ہے۔ نیز مشرکین جو عبادتیں مثلاً نماز، روزہ، حج و زکواۃ کیا کرتے تھے۔

(جیسا کہ مؤلف نے ان کو کافی تعداد میں بیان کیا) وہ غیر اللہ کی عبادت تھی اور نہ ہی وہ کچھ حقیقت رکھتی ہیں۔ وہ غیر خدا کی عبادت کرتے تھے جیسا کہ موجود ہے۔ قل یاایھا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عابدون ما اعبد الخ سورۃ کافرون پ۳۰ وہابیہ کی صریح غلطی ہے کہ وہ خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ مگر اپنے ہم خیالوں کی باتیں اچھی لگتی ہیں کیونکہ وہ بھی حضور کے کمالات کے منکر تھے۔ (مفصل آئندہ)

کفّار کا کفر

آیت نمبر۱۔ قالوا ان انتم الا بشر مثلنا تریدون تصدونا عما کان یعبد اباؤنا فاتونا بسلطن مبین ٥

کہا انہوں نے نہیں تم مگر آدمی مانند ہمارے ارادہ کرتے ہو تم یہ کہ بند کرو ہم اس چیز سے کہ تھے۔ عبادت کرتے باپ ہمارے پس لے آؤ ہمارے پاس دلیل ظاہر۔ (ابراہیم پ ۱۳)

آیت نمبر۲۔ ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شیءٍ۔ ان انتم الا تکذبون ٥

کہا انھوں نے تم مگر آدمی مانند ہمارے اور نہیں اتاری رحمٰن نے کچھ چیز۔ نہیں مگر جھوٹے (یٰسین پ ۲۲)

آیت نمبر۳۔ وما منع الناس ان یومنوا ان جاءھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشراً رسولاً ٥ (بنی اسرائیل پ۱۵)

اور نہیں منع کیا لوگوں کو یہ کہ ایمان لائیں جس وقت آئی ان کے پاس ہدایت، مگر یہ کہ کہا انہوں نے کیا بھیجا ہے اللہ نے آدمی کو پیغام پہنچانے والا؟

آیت نمبر۴۔ وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق

اور کہا انھوں نے، کیا ہے اس پیغمبر کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بیچ بازاروں کے۔ (فرقان پ ۱۸)

آیت نمبر۵۔ واسروا النجوی الذین ظلموا ھل ھذا الا بشر مثلکم

اور چھپا کر کی مصلحت ان لوگوں نے کہ ظلم کیا تھا۔ نہیں مگر آدمی مانند تمہارے (انبیاء، پ ۱۷)

آیت نمبر ۶۔ وقالوا لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم ٥ اھم یقسمون رحمۃ ربك ؟

اور کہا انھوں نے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن اُوپر ایک بڑے کے ان دونوں بستیوں میں سے۔ کیا یہ قسمت کرتے ہیں رحمت پروردگار تیرے کی کو۔ (زخرف پ ۲۵)

مفہوم الآیات

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار اپنے انبیاء ورسل "بشر مثلنا" کہا کرتے تھے۔ جس کو قرآن کریم نے قول شفیع اور وجہ کفر بتایا۔ انبیاء کرام کو نفس بشر کہنا کفر نہیں۔ بلکہ مخلوق مانتے ہوئے بشریت سے انکار ان کی تحقیر ہے کیونکہ انسان سب مخلوقات سے افضل اور انبیاء اعلیٰ حسب المراتب باقی انسانوں سے افضل واکمل ہیں۔

خصوصاً آقائے کل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نبوت و نورانی بشریت کو آج تک اللہ کریم کے سوا کسی نے پورا نہ پہچانا جس نے حسب عقل جتنا جانا اتنا ہی اپنے آپ پر قیاس کر کے اتنا ہی کمالاتِ نبوت ومناصب کا انکار کیا بلکہ اپنی طرف حضورؐ کی طرف منسوب کر دیا کہ میں مر کر مٹی میں مل جانے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان) واقعی بشر کہنا غلط نہیں، مگر ایسا بشر کہنا جس میں اپنے ساتھ برابری آتی ہو یا کمالاتِ نبوت کا انکار ہو وہ قطعاً کفر ہے۔ یہی کفار کی کفریہ چیز تھی کہ وہ بھی انبیاء کو "بشر مثلنا" کہہ کر ان کے کمالات کا انکار کرتے تھے۔ جیسا آیات سے مفہوم ہو رہا ہے اور تفاسیر میں مفصل طور پر موجود ہے۔ آج کل بھی کوئی ان ہی آیات سے استدلال کر کے کمالاتِ نبوت کا انکار کرے تو کیا اس پر بوجہ مشابہت بکفار کچھ فتویٰ نہ لگے گا؟

قارئین سے فیصلہ کی درخواست

قارئین! آپ گزشتہ صفحات پر غور کریں کہ کیا اہلسنت وجماعت

میں سے کوئی شخص شرک مفہوم کا مرتکب ہے؟ قطعاً نہیں! اور یہ بھی دیکھیں کہ کفار کی طرز وطریق پر کون متصف ہے اور یقیناً ہے تو پھر آپ ہی فیصلہ کریں وہ کون ہیں۔ ہاں اگر کوئی جاہل شرک فی الذات اور صفات بطریقہ مماثلت کا مرتکب ہو تو اس کو بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

سوال

جب قرآن مجید میں حضور اکرم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بحکم خداوندی اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کہنا موجود ہے تو پھر کسی غیر کے کہہ دینے میں کیا غلطی؟

الجواب

اللہ جل مجدہٗ کا حضور اکرم علیہ السلام کو کسی لفظ سے مخاطب کرنا اور حضور علیہ السلام کا اپنے آپ کو بحکم مولیٰ کریم بشر کہنا۔ اس میں اور ہمارے کہنے میں فرق ہے۔ اگرچہ تحقیر مقصود نہ ہو پھر بھی اللہ کریم نے امت مرحومہ کو جو طریقہ سکھایا ہے اس پر عمل کیا جاوے جیسا قرآن کریم میں ایسی چیز کی نسبت کرنے میں جو واقعہ میں ہے اور ایسی کلام سے خطاب کرنا جس کا مفہوم متکلم کے نزدیک ٹھیک مگر غیر اس سے تحقیر کرتے ہیں اور ایسے اصحاب کرام کو منع کیا گیا جن کے متعلق تحقیر نبی علیہ السلام کرنے کا گمان تک نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ آج کل کے مولوی کہتے پھریں کہ ہم کوئی تحقیر کر رہے ہیں۔

آیت نمبر ۱۔ لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا :

مت کہو راعنا اور کہو تم اُنظرنا (یعنی انتظار کرو ہمارا۔ (سورۃ بقرہ پ ۱۳)

آیت نمبر ۲۔ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاءِ بعضکم بعضاً ط

مت مقرر کرو پکارنا پیغمبر کا، درمیان اپنے جیسا پکارنا بعضے تمہارے کا ہے، بعضوں کو۔ (سورۃ نور پ ۱۸، ع ۹)

آیت نمبر ۳۔ ولا تجھروا له بالقول کجھر بعضکم لبعض

ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۔

اور مت آواز بلند کرو اوپر اس کے بیچ بولی کے جیسا بلند کرتے ہیں بعضے تمہار
واسطے بعضے کے ایسا نہ ہو کہ کھوئے جاویں اعمالکم میں تمہارے اعمال
عمل کہلاتا ہے۔ ماآنز تم نہ سمجھتے ہو۔ (سورۃ الحجرات پ۲۶، ع ۱۔)

ان آیات میں مولیٰ کریم نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم الاجمعین کو خطاب کرتے ہوئے خلاف ورزی پر حبط اعمال کی تہدی
کر کے طریقہ تکلم و خطاب سکھایا اور کہا، میرے محبوب کو راعنا نہ کہو۔ اگرچہ تمہاری
نیت ٹھیک ہے مگر غیر اس سے غلط معنے لیتے ہیں۔ میرے محبوب کو محمد، احمد
ابن عبداللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کہہ کر نہ بلاؤ، اگرچہ واقعہ میں یہ نام میرے محبوب کے
ہیں مگر امتیازی شان یہ ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کہہ کر پکارو۔

نمبر۳۔ اونچا آواز بھی میرے محبوب کے سامنے نہ کہو تمہارے اعمال ضائع ہو
جائیں گے۔ اگرچہ عقلاً گناہ نہیں۔ تو پھر معلوم ہوا کہ ایسی چیز جس سے مخالف اسلام
تحقیر کرتے ہوں ہمارا خطاب کرنا اس طرح ٹھیک نہیں۔ واقعہ میں ایک چیز ہو،
لیکن امتیازی حیثیت کو خطاب میں ملحوظ رکھا جاوے عقلاً کوئی گناہ نہ ہو، مگر
شانِ نبوی میں وہ چیز بھی اللہ کریم کے نزدیک حبطِ اعمال کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ جب
صحابہ جیسے لوگوں کو روکا گیا تو پھر آج کل کے دیوبندی، وہابی مولوی کس باغ کی مولی
ہیں کہ کہتے پھریں کہ قرآن میں جب آیا ہے تو ٹھیک ہے۔ بشر مثلنا کہنا اور اللہ تعالیٰ
نے جو تعلیم امتِ مسلمہ کو دی ہے اس پر غور نہ کیا جائے یہ جہالت ہے۔ سچے
مسلمانوں کو لازم ہے کہ حسبِ حکم خداوندی عمل پیرا ہو کر اللہ کے انعام کے مستحق
ہیں :۔

آیت نمبر۱۔ **اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوٰی**

لہم مغفرۃ واجرٌ عظیم ۔

(ترجمہ) یہ لوگ ہیں وہ جو آزمایا ہے اللہ نے ان کے دلوں کے واسطے پرہیز گاری
کے واسطے ان کے بخشش ہے اور بڑا ثواب۔ (سورۃ حجرات پ۲۶، ع۔۱)

نہ یہ کہ جب حضور بشر کہہ رہے ہیں، ہم کیوں نہ کہیں، یہ دلیل پکڑ کر اپنے اعمال
کو ضائع نہ کراؤ۔

آیت نمبر۲۔ **ان تحبط اعمالکم وانتم تشعرون ۔**

ایسا نہ ہو کہ کھوئے جاویں عمل تمہارے اور تم نہ سمجھتے ہو۔ (سورۃ حجرات،
پ ۲۶، ع۔۱)

قرآن کریم میں کہیں ایک آیت بھی ایسی نہیں ہے کہ کسی اُمتی مسلمان نے آقا و
مولیٰ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر مثلی یا مثلنا کہہ کر پکارا ہو یا کہا ہو من ادعیٰ
فعلیہ البیان خدارا مسلمانوں والا طریقہ اختیار کرو کفار والا نہ ہو جیسا
پچھلی آیات سے مفہوم ہو چکا ہے۔ انبیاء کے اقوال کو کسی حکمت پر مبنی نہ کرو کہ اپنے
کہنے کے لیے دلیل بناؤ بلکہ کبھی انبیاء کا اپنے متعلق کچھ کہنا دوسرے کے لیے اس
کو سند پکڑ کر کہنا تو بجائے خود کفر ہے۔

آیت نمبر۱۔ **لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین ۝**

نہیں کوئی معبود مگر تو پاکی ہے تجھ کو تحقیق میں تھا ظالموں سے۔ (سورۃ انبیاء پ۱۷)

آیت نمبر۲۔ **قال ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا و**
ترحمنا لنکونن من الخسرین ۝

کہا دونوں نے اے پروردگار ہمارے ظلم کیا ہم نے جانوں اپنی سے اور اگر نہ
بخشے گا تو ہم کو اور نہ رحم کرے گا تو ہم کو البتہ ہو جاویں گے ہم ٹوٹا پانے والوں سے۔
(سورۃ اعراف پ ۸، ع ۔۲)

کیا کوئی ہے جو کہے کہ یونس وابو البشر علیہم السلام (نعوذ باللہ) ظالم تھے؟ کیونکہ وہ خود کہہ رہے ہیں نہیں ہرگز نہیں مگر درسگاہ بھچریہ کا فارغ اور نڈر مولوی ہی کہے گا، یعنی اقوال انبیاء کی حکمت تلاش نہ کرنا بلکہ اپنے لیے سند پکڑنا اور جو آیات مشرکین اور بتوں کے لیے آئی ہیں مسلمانوں اور اولیاؔ پر چپاں کرنا آپ کی وہابیت کی دلیل ہے۔

دیکھو شامی جلد نمبر ۳، صفحہ ۳۱۹۰۔

تردید استدلالِ وہابیہ

(مؤلف رسالہ دعوۃ الحق نے امثلہ "جواہر القرآن" نے زیرِ عنوان عقیدہ مشرکین انبیاء و اولیاء اموات کے ساتھ) چند آیات ذکر کرتے ہوئے حسبِ عادت نفسِ تشبیہ کو سند بنا کر مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جو غلط ہے۔ ہمارا عقیدہ بالانبیاؔ والاولیاء معین و نافع ہونے کا طریقہ توسل اور مجازی ہے جو توحید کے خلاف نہیں بلکہ عین حکمِ قرآن ہے۔

آیت :۔ لو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۝

ترجمہ :۔ اگر یہ لوگ کہ جس وقت ظلم کرتے ہیں جانوں اپنی کو آئیں تیرے پاس پس بخشش مانگیں اللہ سے اور بخشش مانگیں واسطے ان کے رسول اللہؐ پاویں گے اللہ کو پھر آنے والا مہربان۔ (سورۃ نسا، پ ۵، ع ۔ ۹)

اللہ کریم نے گناہ گاروں کو گناہ بخشوانے کا طریقہ سکھلایا کہ معاف تو میں نے کرنا ہے اور میں ہر ایک کی سنتا ہوں لیکن مجھ سے معافی اگر بوساطت میرے محبوب کے طلب کی جاوے گی تو یہ یقینی چیز ہے۔

ہم بھی مانگتے اللہ سے ہیں۔ لیکن حضورؐ سے منگواتے ہیں، یہ تو مسلمانوں کے لیے ہے۔ اب بوسیلہ حضورؐ نہ مانگنے والوں کے متعلق سنیئے :۔

آیت :۔ اذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ لووا رءوسھم ورایتھم یصدون وھم مستکبرون (سورۃ منافقون پ ۲۸ ع ۲)

جب کہا جاتا ہے واسطے اُن کے آؤ بخشش مانگے واسطے تمہارے۔ رسول خدا کا، موڑتے ہیں سر اپنے کو، اور دیکھتا ہے تو ان کو کہ باز رہتے ہیں، اور وہ تکبر کرتے ہیں۔

مانگنے کے اقسام

۱۔ اللہ سے بطفیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مانگنا۔
۲۔ اللہ سے مانگنا نبی کے وسیلہ سے انکار و استکبار کرکے۔ ۳۔ غیرِ خدا ہی سے مانگنا۔

پہلے قسم کے متعلق ہمارا عقیدہ و عمل ہے اور یہ مسلمانوں کی علامت ہے۔ دوسرے دونوں قسم شرک و کفر ہے، کفار کی علامت ہے جو انبیاؔ سے منگوانے میں تکبر کرتے ہیں اور توسل کے منکر۔ اُن کو چاہیئے کہ اپنے کفر کو چھپاتے ہوئے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں۔ نیز ہمارا اولیاؔ سے مانگنا بطریقۂ عبادت یعنی متصرف فی الامور بدون اللہ سمجھ کر نہیں ہے (جو عبادت ہے اور عبادت غیرِ خدا کے لیے کفر) ساتھ ہی اولیاء کرام بہ شہادت قرآن جو زندہ ہیں ان سے استمداد کی جاتی ہے۔ نہ وہابیہ کے نزدیک اولیاء جو مردہ ہیں، واقعی جمادِ محض سے استمداد کرنی غلط ہے۔ لیکن وہ وہابیہ کے انبیاء و اولیاء ہیں نہ کہ جو ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے انبیاء اولیاء ہیں۔ یہ زندہ اور ظاہری زندگی اور باطنی ہمارے طریقہ استمداد کے لیے برابر۔ جیسا قرآن سے مفہوم ہے :۔

آیت : ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلھم کالذین اٰمنوا وعملوا الصلحت سواء محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون ۝

ترجمہ : کیا گمان کرتے ہیں برائیاں یہ کہ کر دیں ہم ان کو مانند ان لوگوں کے کہ ایمان

لائے اور کام کیے اچھے برابر ہے زندگی ان کی اور موت ان کی برابر ہے جو کچھ حکم کرتے ہیں۔ (سورۃ جاثیہ، پ ۲۵، ع ۲)

فائدہ اللہ کریم نے فرمایا کہ میرے مومن بندے جو ہیں ان کی یہ زندگی اُن سے انتقال کر جانا برابر ہے۔ یعنی تجھ سے مانگنے کے لیے ہر دو حالات میں وسیلہ ہو سکتے ہیں، جو اُن کو مُردہ سمجھ کر لوگوں کو روک رہے ہیں، یہ ان کی جہالت ہے۔ ان کی قرآن خوانی پر خیال نہ رکھا جاوے بلکہ میرے حکم کی تعمیل کی جاوے۔ اس آیت میں ایمان و اعمال صالحہ کو علت بیان کیا گیا ہے تو کیا وہابیو! تمہارے نزدیک انبیاؑ ایمان و اعمال صالحہ سے متصف ہیں یا کہ نہیں؟ اور کیا غوث پاک و شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت بابا فرید شکر گنج علیہ رحمتہ وغیرہ تم سے زیادہ نیک اعمال والے اور مومن باللہ نہ تھے؟ ضرور تھے مگر آپ جو بد کردار ہو اس کی علامت بھی قرآن نے بیان کی ہے کہ نیکوں کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ آیت کے مفہوم پر غور کیا جاوے بلکہ اقوالِ علماء سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کامل ان علائقِ جسمانیہ سے جُدا ہو کر زیادہ طاقت و سرعت سے متصف ہو جاتا ہے اور اپنے متوسلین کی امداد کرتا ہے۔ امام رازی علیہ رحمتہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

ثم ان الارواح البشریه الخالیه الخلائق الجسمانیه المشتاقة الی الاتصال بالعالم العلوی بعد خروجها عن ظلمة الاجساد تذهب الی عالم الملائکة ومنازل القدس علی اسرع الوجوه فی روح وریحان قصبر عن ذهابها علی هذالحالة بالسیاحة ثم لاشك عن مراتب الارواح فی النفرة عن الدنیا ومحبة الاتصال بالعالم العلوی مختلفة فکلما کانت اتم فی هذا الاحوال کان سیرها الی هناك اسبق وکلما کانت اضعف کان سیرها الی هنا اثقل

ولانفقطه ان الارواح السابقة الی هذه الاحوال اشرف فلاجرم وقع القسم بها، مدبرات (تفسیر کبیر)

فائدہ علامہ امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے قول میں فرمایا کہ انسان ان علائقِ جسمانیہ سے جُدا ہو کر عالم ملکی میں جا ملتا ہے حتیٰ کہ اس میں سرعت پیدا ہو جاتی ہے۔ علی حسب المراتب یعنی جس کو دنیا سے جتنی نفرت ہوتی وہاں اس کو سرعت اور طاقت ملی، حتیٰ کہ یہاں اپنوں کی امداد کرتے ہیں جیسا شاگرد کو انتقال شدہ استاد خواب میں مسئلہ سمجھا دیتا ہے۔ باپ بیٹے کو اپنی مدفون چیز بتلا دیتا ہے اسی سرعت اور منازل قدس پا لینے کی وجہ سے اللہ نے ان کو مدبرات کہہ کر قسم کھائی ہے یعنی تدبیر کرنے والے۔

مؤلف کا استدلال اور اس کا تجزیہ

آیت نمبر ۱۔ ویعبدون من دون الله ما لا یضرهم ولا ینفعهم ویقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله۔

ترجمہ: اور عبادت کرتے ہیں سوا اللہ کے ان کی جو نہ ضرر اور نہ نفع دیتے ہیں ان کو اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ (سورۃ یونس پ ۱۱ ع ۲)

آیت نمبر ۲۔ والذین اتخذوا من دونه اولیاء ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی (سورۃ زمر پ ۲۳ ع ۱)

اور جن لوگوں نے سوا اللہ کے کام کرنے والے پکڑے رکھتے ہیں (نہیں عبادت کرتے ہم ان کو مگر یہ کہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں، نزدیک کرنا۔

"میری سابقہ تحریر سے معلوم ہو گیا کہ شرک کرنے والے لوگ اگرچہ اعمال صالحہ کرتے تھے اور پابند صوم وصلوٰۃ تھے، مگر پھر بھی بوجہ شرک ان کے اعمال ضائع ہوگئے۔

حوالہ (دعوتِ حق)

تردید

مؤلف نے جو دلیل پکڑی ہے یہ غلط ہے کیونکہ وہ ان کی "عبادت" کیا کرتے تھے جو یقیناً کفر ہے خواہ سفارشی سمجھیں یا نہ، لیکن ہم اہلسنت انبیاء و اولیاء کو اپنا معبود نہیں کہتے بلکہ سفارشی کہتے ہیں جو جائز ہے اور عبادت یہ ہے جیسے امور عبادت ہوں گے، نہ کہ محض کسی کی تعظیم کرنی اس حیثیت سے کہ یہ اللہ کا نبی یا ولی ہو جیسا کہ وہابیہ نے مطلقاً یہ فتویٰ لگا دیا جو قطعاً خلافِ شرع ہے۔

عبادت کا یہ مفہوم فقہاء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے بحث ما اھل بہ لغیر اللہ میں دیکھا جاوے تو پھر ان آیتوں سے استدلال کرکے مسلمانوں کو مشرک بنانا غلط ہوا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ کفار اپنے معبودوں سے مانگا کرتے تھے جو کفر ہے۔

قولِ اول :۔ بت پرستاں ہمیں نوع مدد از معبودانِ باطل خود می خواہند و جائز شمارند۔

ثانی :۔ زیرا کہ بت پرستاں ہرگز شفاعت نمی خواہند، بلکہ معنی شفاعت نمی دانند

ثالث :۔ و بت پرستاں در وقت درخواست مطالب از بتاں نمی فہمند و نمی گویند کہ سفارش ما بحضور پروردگار جل و علا نمایند۔ ملخص از فتویٰ شاہ صاحب وقت مناظرہ بت پرست۔

مقامِ غور

نرالی توحید کے علمبردار! غور کرو کہ شاہ صاحب نے تو بت پرست کے اعتراضات جس طرح تم بھی آج کل متوسلین باولیاء اللہ پر کرتے ہوئے جواب میں کہا کہ بت پرست اور مسلمان کی استمداد بالاولیاء و زیارت القبور کرنے والے میں فرق ہے لہٰذا تو بت پرست اپنے اوپر مسلمان کو قیاس نہیں کر سکتا اور وجوہات کے علاوہ تین یہ بیان کی ہیں :۔

نمبر ۱۔ کہ بت پرست بطور استقلال اپنے معبودوں کو مددگار مانتے تھے۔

نمبر ۲۔ بت پرست شفاعت و سفارش کا معنیٰ ملحوظ نہ رکھتے تھے بلکہ جانتے ہی نہ تھے۔

نمبر ۳۔ بت پرست اپنے معبودوں سے مانگتے ہوئے نہ خیال کرتے تھے اور نہ کہتے تھے کہ ہمارے لیے اللہ جل و علا سے سفارش کرو۔

شاہ صاحب نے تو مسلمان کو جو کہ استمداد و من اھل القبور کرتا ہے اس کے اور بت پرست کے درمیان ما بہ الامتیاز بوجوہات متعددہ بیان کرکے مسلمان ثابت کیا تو کیا آپ بھی ان کی تقلید کرو گے اور دفع کرتے ہوئے مسلمانوں کو صحیح و غلط دونوں پہلو سمجھاؤ گے یا بس صرف مشابہت ہی وجہ کفر و شرک کہو گے اور فتویٰ لگاؤ گے جو کسی کی تعظیم کرے! مشرک عزت کرے! کافر با ادب بیٹھے! مشرک خدارا اس سے باز آکر مسلمانوں کو شیطانی اوصاف (ابیٰ و استکبر) نہ سکھاؤ بلکہ علیٰ حسب مراتب ہر ایک کی تعظیم و تکریم کرنے کا طریقہ سمجھاؤ۔ وما علینا الا البلاغ

حضرت آدم علیہ السلام بھی نہ بچے

مؤلف دعوت الحق نے جس کی تقریظ نام نہاد شیخ القرآن نے بھی کی ہے۔ مسلمانوں پر فتویٰ شرک لگانے کے لیے دلائل پیش کرتے ہوئے سلسلہ آیات میں مندرجہ آیت :۔

آیت : فلما اٰتٰهما صالحا جعلا له شركاء فيما اٰتٰهما فتعالى الله عما يشركون ٥

ترجمہ : بس جب دیا دونوں کو تندرست کیا دونوں نے واسطے اس کے شریک بیچ اس کے کہ دیا تھا ان کو پس اللہ بلند ہے اس چیز سے جو شریک لاتے ہیں۔

(سورۃ اعراف، پ ۹، ع ۲۴)

لکھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے یہ ظاہر کر دیا کہ ہماری مسلمانوں سے دشمنی

ہے کہ ان کو کسی طرح مشرک ثابت کرنا ہے خواہ اس دلیل سے کسی نبی اور رسول کے لیے کیوں نہ شرک ثابت ہو جائے۔ حزب المثل دشمن کی دیوار گرانی ہے، خواہ نیچے آپ ہی کیوں نہ دب جائے۔ خدا ایسے جاہل علماء سے ہر ایک مسلمان کو بچائے۔

ناظرین

یہ آیت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہما السلام کے قصّہ میں آتی ہے جس کے ظاہری مفہوم میں جو شرک معلوم ہو رہا ہے اس سے حضرت آدم و حوّا علیہما السلام کو مبرّا ثابت کرنے کے لیے علماءِ مفسرین نے مختلف تفسیریں کیں اور ظاہراً جو چیز سمجھ آ رہی تھی اس سے ارتفاع کیا مگر ممبران نجدیہ پارلیمنٹ سے پوچھتے کہ جب آپ اس آیت سے استدلال کر کے مسلمانوں کو مشرک بنا رہے ہیں تو پھر ابّا وامّاں جان علیہما السلام کیسے محفوظ رہے۔ اپنے اولاد ہونے کا بھی ثبوت دیا کہ کسی کو مشرک ثابت کرنے کے لیے ان کو بھی مشرک کہہ بیٹھے، یہی خلیفۃ اللہ ہونے کا معنیٰ ہے۔ نبی تو صغائر و کبائر سے محفوظ بلکہ معصوم ہوتے ہیں تو اس آیت سے شرک ثابت ہو رہا ہے۔ خدا تعصب سے بچائے اور ایسے شاگردان شیخ القرآن سے جو صرف ظاہری الفاظ قرآن سے استدلال کر کے ملک و ملت کی جمعیت میں افتراق پیدا کر رہے ہیں، محفوظ رکھے۔

سوال

تم مشرکین کو کیا معلوم؟ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت آدم و حوّا علیہما السلام کے متعلق نہیں بلکہ اس کے سوا اور مرد و عورت کے متعلق ہے جو اولاد ملنے پر اللہ کا شریک پکڑتے ہیں۔ تو پھر حضرت آدم علیہ السلام محفوظ رہے لیکن تم پر فتویٰ لگنے کے لیے دلیل ہو گئی۔ (انتہیٰ)

الجواب

نجدی کے چیلے! جب مفسرین کا اختلاف ہے بلکہ اکثر اس کے خلاف بھی ہیں، تو پھر کیا تمہاری پارلیمنٹ کے ممبروں پر اللہ کی جانب سے وحی آئی تھی کہ بعض کی تفسیر کو ٹھیک کہہ کر مسلمانوں پر فتویٰ شرک لگانے کے لیے اس

آیت سے استدلال کرو؟ نیز کیا تمہارے مرشدوں کے نزدیک فتویٰ کفر لگانے کے لیے دلیل مختلف فیہ ظنی بھی قابل استدلال ہوتی ہے؟ خدا سے ڈرتے ہوئے قرآن کی اصطلاحات و استعمالات و نیز شرک خفی و جلی وغیرہ میں امتیاز کیا کرو۔ قیامت کو اللہ کے سامنے ہونا ہے۔

ضد کا نتیجہ

نیز مؤلف نے کہا: "اس آیت سے معلوم ہوا کہ عبد الرسول، غلام رسول وغیرہ نام رکھنے بھی شرک ہیں۔" (الخ)

پرانی عادت

اس فرقہ کی فطرتاً عادت ہی ہے کہ بلا لحاظ اعتبار و حیثیت مطلق کو ہی شرک کہہ دینا۔ حالانکہ لفظ عبد میں دو اعتبار ہیں۔ نمبر۱ مخلوق دوسرا خادم، فرمانبردار وغیرہ۔ پہلے اعتبار سے کسی کسی کو عبد الرسول و عبد النبی کہنا شرک ہے اور یہ کوئی مسلمان قصد و خیال نہیں رکھتا۔ دوسرے اعتبار سے کسی کو عبدِ فلاں کہنا لغتِ عرب میں تو بجائے خود اصطلاح قرآن میں بھی مستعمل ہے۔

دیکھو آیت: وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم

(نکاح کرو رانڈوں کو اور نیکوں کو اپنے غلاموں اور لونڈیوں سے) سورہ نور پ۱۸۔

اور یہی عبد النبی اور غلام رسول نام رکھنے میں نیت ہوتی ہے اور یہ ٹھیک ہے مگر ان کو تو فتویٰ لگانے سے غرض ہے۔ اگر مختلف اعتبارات کو زیر غور لائیں تو فتوے نہیں لگ سکتا جس پر روحِ مرشد کو تکلیف ہوتی ہے نیز اس گروہ نجدیہ کو کیا معلوم کہ اعلام یعنی نام مفردات کے قبیلہ سے ہوتے ہیں جس سے معانی مقصود نہیں ہوتے، بلکہ وہ آدمی مراد ہوتا ہے جس کا نام رکھا گیا ہے، کیونکہ اگر لغوی معنیٰ مقصود ہو تو نام ہی نہیں بن سکتا مثلاً کسی کا عبد اللہ نام رکھتے وقت اگر اس سے معنی لغوی اللہ کا بندہ مقصود ہو تو پھر یہ ایک خاص پر کیسے دلالت کر سکتا ہے بلکہ یہ تو جنس ہوگا۔ مثل "رجل" کے حالانکہ ناموں میں تعین مقصود ہوتی ہے تو پھر معلوم ہوا کہ اعلام سے شخص مسمّیٰ مراد ہوتا

ہے نہ مفہوم، تاکہ شرک لازم آئے۔ دیکھو کتب منطق شرح تہذیب وغیرہ۔

نتیجہ

مطلق کو شرح کہنے والوں کے شیخ القرآن پر جب اعتراض ہوا کہ غلام رسول اگر مشرک ہو تو تم بھی غلام خاں ہو تو کہاں کی توحید ہے؟ بجائے اس کے کہا جاتا شرک فلاں وجہ سے ہے اس پر ڈٹے ہوئے کہا اچھا میں اپنا نام ہی بدل دیتا ہوں۔ یعنی غلام اللہ خان تو پھر بمطابق تاڑنے والے بھی عجب کی نظر رکھتے ہیں۔ معترضین نے کہا یہ تو فرع علی فرع ہے بلکہ اس سے بھی اشد ہے جبکہ تم عبد الرسول نام کو مشرک کہتے ہوئے کسی اعتبار کو خیال نہیں کرتے جو کہ قرآن میں مستعمل ہوا ہے تو پھر اپنے نام کی صحت کے لیے قرآن میں سے ایک آیت بھی ایسی پیش کر دیں کہ جس میں لفظ غلام استعمال ہو کر بجائے معنی لڑکے کے خادم یا تابعدار آیا ہو، لیکن نرالی توحید کی دنیا آج تک کوئی دلیل پیش نہیں کر سکی۔ ہم کسی پر بھی فتویٰ کفر لگانا نہیں چاہتے، لیکن کوئی تحقیر انبیاء و اولیاء کر کے کافر و فاسق ہوتا تو اللہ اس سے نپٹ لے گا، مگر اتنا ضرور کہیں گے کہ ناظرین و قارئین ان سے پوچھا کیا اپنے لیے جس دلیل سے اپنے لیے ایک چیز ثابت کر لیتے ہو۔ دوسروں کی دلیل اگر قرآن سے بھی پیش کی جائے تو فتویٰ سے باز آنے کے لیے کوئی چیز آپ کو باعث نہیں بنی؟ واقعی اللہ تعالیٰ کسی کو ذلیل کرنا چاہے تو ایسی عادت پیدا کر دیتا ہے ؎

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنہ پاکاں زند

اُڑتی ہوئی خبر

معلوم ہوا کہ اس اعتراض لاینحل سے بچنے کے لیے اس نام کو بھی جس کا معنی بنتا ہے اللہ کا بیٹا مگر خادم کو تبدیل کر کے صمصام اللہ وہابیہ پارلیمنٹ میں پاس ہو چکا ہے لیکن کسی کی منظوری تک دنیائے اشاعت و کتابت میں ابھی نہیں آیا۔ معلوم ہوا ضد نہیں چھوڑتی اور ملا آں باشد کہ چپ نہ شد، یہ عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

تعریف مُشرک عِندَ اہلسنت وجماعت

الاشراک هُوَ اثبات الشریک فی الوحی یعنی وجود الوجود کما للمجوس او بمعنی استحقاق للعبادة کما العبدة الاصنام (حوالہ شرح عقائد)

شرک سہ قسم است، در وجود، و در خلقیت، و در عبادت۔ (شاہ عبد الحق صاحب اشعۃ اللمعات، ج ۱، ص۶۱۔

خلاصہ یہ ہوا کہ شرک یہ ہے کہ کسی غیر خدا کو الوہیت میں شریکِ خدا کیا، یا عبادت میں یا خالقیت میں کہ وہ بھی بطور حقیقی خالق ہے کسی چیز کا، نہ یہ کہ کسی کو اللہ اور خالق نہ مانتے ہوئے اگر کمالات کو اس میں بعطائے الٰہی کہا جائے تو شرک ہو جائے گا، خواہ وہ دیکھنا سننا ظاہری اسباب کے لحاظ سے جو اللہ کریم نے اپنے مقربین کو عطا کیے ہیں مطابق انی اری ما لا ترون انی لاراکم من وراعظاهری (بخاری اوّل ص۴۲)

رہا وہابیہ کا یہ مغالطہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جمیع علم یا دور سے دیکھنا سننا جیسے امور پر قدرت و قبضہ نہیں دیتا قابلِ تفصیل ہے۔ وہ یہ کہ قدرت و قبضہ سے کیا مطلب ہے۔ یا کہ قابض اللہ تعالیٰ ہے۔ مستغنی اور مستقل ہو جائے، چاہے سننے دیکھنے جانے یا نہ اللہ تعالیٰ کی مشیت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسے قبضہ کے متعلق کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے اور اس قبضہ کا مشرک ہونا مافوق الاسباب تمہارے مزعومہ یا جمیع کے ساتھ کوئی تحقیق نہیں ہے بلکہ ایک چیز کا علم بھی اور ظاہری آنکھ سے دیکھنا بھی بایں طریق مانا جائے تو شرک ہو جائے گا اور ہے۔ خدا چشمِ بصیرت دے یہی علما کا مسلک ہے۔

افادة النظر للعلم فعندنا هي بخلق الله تعالى العلم

عقیب تمام النظر بطریق للعادۃ الی من غیر وجوب الخ

مفہوم

نظر کا مفید علم ہونا ہمارے نزدیک بخلق اللہ ہے یعنی اللہ علم پیدا کر دیتا ہے اسی طرح اس کی عادت ہے لیکن یہ ضروری نہیں۔ تخلف ممکن ہے ایسے قبضہ کے متعلق تو معلوم ہوا کسی چیز میں تاثیر کہنا شرک ہے تمہارے ما فوق الاسباب و ما تحت الاسباق۔ کی قلعی کہ نرالا مفہوم تمہارا ہی اختراعی ہے۔ اب جو تمہارے مبلغ کئی دفعہ کہتے سُنے گئے ہیں کہ اللہ کسی کو علم غیب جمیع اشیاء نہیں دیتا۔ قبضہ کے طور پر جیسا کہ ظاہری نظر دے رکھی ہے کہ جب انسان چاہے دیکھ لے۔ ایسا اگر نبی ولی بھی جب چاہے سن لے دور سے۔

یہ شرک ہے کیونکہ یہ موفوق الاسباب ہے لیکن یہ غلط جو معنیٰ قبضہ کا کفر و شرک ہے اس میں سب چیزیں برابر ہیں اگرچہ کسی چیز میں ہو مثلاً کہا جائے کہ آگ میں ذاتی طور سے تاثیر جلانے کی موجود ہے یا چھری میں کاٹنے کی تو یہ شخص بھی علماء کے نزدیک کافر ہے۔

چار فرقے

اشیاء کی تاثیر کے متعلق علماء نے چار فرقے بیان کیے ہیں۔ دو کے متعلق جائز اور شرک ہونے میں اختلاف ہے اور دو میں سے ایک جائز اور ایک شرک بالاتفاق۔

نمبر ۱۔ ذات اشیاء کی تاثیر ماننا کفر۔

نمبر ۲۔ مؤثر حقیقی اللہ ہے لیکن اللہ نے ان میں تاثیر رکھ دی ہے کہ جب چاہے قدم اٹھا کر چل لے مگر ضروری نہیں کبھی اللہ اپنی قدرت پر خلاف عادت دکھا دیتا ہے اور کبھی انسان کھوے لیکن نظر نہ آئے وغیرہ، یہ جائز ہے یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دور سے دیکھنے کی سننے کی اور چیز کو بطور انکشاف جاننے کی طاقت دی ہے۔ آپ سنتے دیکھتے ہیں بطریقہ عادت اللہ۔ لیکن اللہ قادر ہے چاہے نہ دکھائے نہ سنائے وغیرہ۔ لیکن یہ ہم میں سے مخفی ہے ہاں وہابیہ کے پاس کوئی آیت آئی ہو کہ فلاں وقت نہیں دیکھتے سنتے تو ثابت کریں مگر ہم تو نصوص قطعیہ اور علماء کی تشریحات پر ہی عقیدہ رکھیں گے۔

مسئلہ لمبا ہو گیا ہے پورا مفصل یا دلائل بحث علم غیب میں آئے گا۔ الحاصل اگرچہ قبضہ کا معنیٰ وہ شرک ہے گر ہم اس کے معتقد ہی نہیں۔

نمبر ۲۔ اگر یہ مطلب کہ قبضہ ایسا نہیں دیا کہ اس میں محتاج ہوں اللہ کی طرف۔ اگر اللہ چاہے دکھائے نہ دکھائے تو تعلیم جمیع غیب شرک نہیں ہے اور نہ ہی ایسے قبضہ کو شرک کہا جا سکتا ہے ورنہ اپنے مقبوضہ پر بھی دعویٰ قبضہ شرک کہنا پڑے گا۔ خدا عقل دے علماء سابقین کی تقلید کریں، شرک و توحید کو اعتباری نہ بنائیں۔ جس کو چاہا اعتبار کیا، شرک کہہ ڈالا اور جو اپنی ضرورت اور اپنے یا اپنوں کے متعلق ہوا اس کو اعتبار بہ اجازت پارلیمنٹ وہابیہ جائز قرار دے دیا۔ آئندہ ابحاث میں اس مسئلہ کو انشاء اللہ مفصل لکھا جائے گا۔

دلائل وہابیہ کا تجزیہ

مؤلف رسالہ اور اس کے دیگر ہم عقیدوں نے تکفیر المسلمین کے لیے ان آیاتِ قرآنیہ سے جن میں اللہ کریم جلّ مجدہٗ نے مشرکین کی تردید شرک کی ہے طریقہ تردید کو پوری طرح نہ سمجھتے ہوئے حسبِ عادت نفس عبادت کو بلا لحاظ فرق عقیدہ مشرکین و مسلمین و قطع نظر استقلال و غیر استقلال سند پکڑ کر مسلمانوں کو مشرک ہونا ثابت کیا ہے چند آیات ان میں سے جو باقی کے ساتھ مفہوماً موافق ہیں، ذکر کر کے تجزیہ کیا جاتا ہے:۔

آیت نمبر ۱۔ قُل ادعوا الذین زعمتم

کہدو! بلاؤ ان کو جو گمان کرتے ہو۔

من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ

فی السمٰوٰت ولا فی الارض ما لهم فیهما من شرک وما لهم من ظهیر ۵ (سورہ سبا ع ۳ پ ۲۲)

ترجمہ: اللہ کے سوا نہیں مالک وہ ایک ذرہ کے آسمانوں میں اور زمین میں اور نہیں شراکت ان میں اور نہیں ان کے لیے نگہبان۔ (سورہ سبا، پ ۲۲، ع ۳)

آیت نمبر ۲- ویوم نحشرهم جمیعا ثم نقول الذین اشرکوا این شرکاءکم الذین کنتم تزعمون (سورۃ انعام ع ۳ پ ۷)

ترجمہ: اور اس دن کہ جمع کریں گے ہم ان کو پھر کہیں گے ان کو جو شریک لاتے تھے کہ کہاں ہیں شریک تمہارے جن کو تم گمان کرتے تھے۔

آیت نمبر ۳- قل هل من شرکائکم من یبدء الخلق ثم یعیده۔ (سورۃ یونس ع ۴ پ ۱۱)

ترجمہ: کہہ کیا ہے تمہارے شریکوں میں سے جو پہلے پیدا کرے اور پھر لوٹائے؟

آیت نمبر ۴- اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شیء سبحانه وتعالی عما یشرکون ۵ (سورہ روم ع ۴ پ ۲۱)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر رزق دیا پھر مارے گا تم کو پھر زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی چیز کرے؟ پاکی ہے اللہ کو اور بلند ہے، اس سے جو شریک ہوتے ہیں وہ۔

تحقیق دلائل فرقہ مکفرۃ المسلمین

مؤلف رسالہ بلکہ جماعت وہابیہ نے ان آیات و دیگر سے استدلال کرکے مسلمانوں پر فتویٰ لگایا، جو انبیاء و اولیاء سے استمداد بطور توسل سفارش کرتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ کی مشیت و رضا کے بغیر کوئی نبی و ولی نفع نہیں دے سکتے اور نقصان سے نہیں بچا سکتے اور ان کا عقیدہ ہے اللہ اگر ہر ایک کی سنتا مانتا ہے لیکن اس کے کسی مقبول سے جو چیز منگوائی جاوے یا اس کی دہائی دے کر کہے اے اللہ! فلاں اپنے محبوب کے صدقے میں ہماری مدد کر تو یہ زیادہ تسلی بخش و باعث اطمینان قلب ہوتی ہے جیسا کہ اللہ کریم خود اپنے محبوب کو مخاطب کرکے مسلمانوں کے اس عقیدہ بلکہ خصوصاً عقیدہ صحابہؓ پر مہر جواز لگادی۔

فرمایا: "صل علیهم ان صلوتک سکن لهم۔"

ان کے لئے دعا کر۔ تحقیق تیری دعا ان کے لیے باعث تسکین و قلب اطمینان ہے۔

اللہ ہر ایک کی سنتا ہے مگر بہتر طریقہ یہی ہے جو اس آیت سے مفہوم ہو رہا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اللہ کے مقرب و نزدیکی رکھنے والے ہیں آنکھ تو بذریعہ آقاء کل مانگنا زیادہ تسلی بخش ہو، کیا ان کو یہ آیت میں معلوم نہیں تھیں کہ رب سب کی سنتا ہے؟ جس سے وہابیہ استقلال کرکے عوام مسلمانوں کو دھوکا دیکر کہتے ہیں کہ کسی غیر سے استمداد کرنی شرک ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے:-

ادعونی استجب لکم۔ مجھ سے ہی مدد مانگو میں ہر ایک کی مانتا ہوں۔

نمبر ۲- یہ بات بھی ہے کہ ایسی استمداد جو بطور توسط کی جائے یا مانی جائے یہ شرک نہیں کیونکہ شرک وہ ہے کہ ہر ایک کو فائدہ رسان و دافع نقصان بطور مستقل سمجھتا ہو، کیونکہ یہ اللہ کا مقابل ٹھہراتا ہے۔ کسی سبب ہونے کی وجہ سے دافع بلا کہنا شرک نہیں بلکہ یہ قرآن سے مفہوم ہے۔ قولہ تعالیٰ فی شان حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام :- ویحل لهم الطیبات و یحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم والاغلال التی کانت علیهم۔ فالذین امنوا به

وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئك هم المفلحون ○ (سورۃ اعراف ع پ ۹)

ترجمہ : اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاکیزہ چیزیں اور حرام کرتا ہے اُوپر ان کے ناپاک چیزیں اور اتار رکھتا ہے، ان سے ان کے بوجھ اور طوق جو تھے اوپر ان کے پس جو لوگ ایمان لائے ساتھ اس کے اور قوت دی اس کو اور مدد کی اس کی اور پیروی کی اس نور کی کہ اتارا گیا ساتھ اس کے یہی وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

آقا دو عالم کو اللہ کریم نے حلال کرنے والا، حرام کرنے والا اور ہم سب کی تکالیف کو دور کرنے والا، ہمارے طوق کو کھولنے والا کیا اور فرمایا جو اس کے ساتھ ایمان لائیں اور پیروی کریں یعنی دافع ونافع سمجھیں وہ لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

ہمارا تو یہی عقیدہ ہے، اگر وہابیہ اس کو بھی شرک ہی سمجھتے ہیں تو پھر ان کو لازم ہے کہ انہی تکالیف سے مکلف رہیں جو پہلی شریعت میں تھی جو نعمت کسی کے ذریعہ سے ملے اس کا شاکر ہونا چاہیئے، ایسوں کے لئے کیا خوب کہا ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ؎

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

المقصد آیات محررہ بالا سے وہابیہ کا استدلال کر کے انبیاء واولیاء کے ساتھ توسل کرنے والوں کو مشرک ثابت کرنا متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

وجہ اوّل مشرکین کیونکہ اپنے معبودوں کو اِلٰہ کہا کرتے تھے جو شرک فی الذات ہے اور مطلقاً شرک ہے اور جو اِلٰہ ہو وہ اپنے ماننے والوں کی بلا امداد غیر سے مدد کرتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تردیداً کہا۔ "پھر بلاؤ اپنے شرکاء یعنی الٰہ

کو میرے بغیر تمہاری مدد کریں" واقعی یہ کفر ہے لیکن مسلمان کسی نبی یا ولی کو اللہ یا اس کے مقابل نہیں کہتے لہٰذا استدلال غلط ہوا۔

وجہ ثانی اگر مان لیا جاوے کہ وہ اپنے خداؤں کو مددگار نافع وضار سمجھتے تھے جیسا آج کل، تو پھر یہ ہے کہ وہ اُن کو سفارشی اور وسیلہ نہ پکڑتے تھے بلکہ ان سے مانگتے ہوئے سفارش خیال تک نہ کرتے تھے واقعی یہ کفر ہے اسی وجہ سے اللہ نے مشرکین کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ بلاؤ ان کو جن کو نافع وضار خیال کرتے تھے، بلا توسل۔ دیکھو فتویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب متعلق فرق بت پرستی واستمداد من اہل القبور۔ وہاں یہ لفظ موجود ہیں:۔

نمبر۱۔ "زیرا کہ بت پرستاں ہرگز شفاعت نمی خواہند بلکہ معنی شفاعت نمی دانند"

نمبر۲۔ "درخواست از بتاں نمی فہمند ونمی گویند کہ سفارش ما بحضور پروردیگار جل وعلا الخ بلکہ از بتان خود درخواست مطلب خود می کنند"

وہابیہ کے نزدیک شاہ صاحب کا قول غلط ہوگا کیونکہ ان کا فتویٰ کی قلعی کھولتا ہے اور ان کی عادت ہے جو ان کی مرضی کے خلاف ہو کہہ دیتے ہیں یہ غلط۔ جیسے مرضی کہہ دیتے ہیں ھٰذا شاذ۔ اور مسلمانوں کا عقیدہ بت پرستوں والا نہیں بلکہ یہ ہے کہ ایک ذرہ بھی اللہ کی مشیت وارادہ کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔ ہاں انبیاء و اولیاء کی اللہ زیادہ مانتا ہے اور یہ مستجاب الاعوات ہیں۔

وجہ ثالث اللہ نے ان آیات میں مشرکین نفسی مُدعیٰ بطور نفسی لوازم سے کی ہے کیونکہ جو اللہ یا معبود ہو۔ ان کے لوازمات میں سے:۔

(۱) بلا مدد غیر امداد کرنا (۲) کسی سے مغلوب نہ ہونا (۳) زندہ کرنیوالا ہونا (۴) کسی کا مخلوق و موجود کیا ہوا نہ ہونا (۵) مارنے اور زندہ کرنے کی طاقت رکھنا (۶) خالق زمین وآسمان ہونا وغیرہ۔

خدا تعالیٰ نے مشرکین کو کہا کہ جب تمہارے اِلٰہ اور معبودوں میں یہ لوازمات نہیں پائے جاتے بلکہ وہ خود مخلوق اور محتاج غیر ہیں بلکہ اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں سے بنے ہوتے ہیں تو پھر یہ کیسے میرے شریک ذات اور لائق عبادت ہو سکتے ہیں؛ اور ایسے ہی لوازمات کی طرف قرآنی آیات ذیل ہیں۔

نمبر ۱۔ وهو العزیز الغفور الذی خلق سبع سمٰوٰتٍ طباقاً ط

وہ غالب بخشنے والا جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے۔ (سورۃ ملک پ ۲۹، ع ۱)

نمبر ۲۔ امن هذا الذی هو جند لكم ينصركم من دون الرحمٰن ط

کون ہے وہ شخص کہ لشکر ہو واسطے تمہارے مدد دے تم کو سوائے رحمٰن کے۔ (سورۃ ملک، پ ۲۹، ع ۲)

نمبر ۳۔ امن هذا الذی یرزقکم ان امسك رزقه ط

کون شخص ہے کہ رزق دے تم کو جبکہ روک دے اللہ رزق اپنا۔ (سورۃ ملک پ ۲۹، ع ۲)۔

نمبر ۴۔ قل ارایتم ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یاتیکم بماءٍ معین ۝

کیا دیکھا تم نے تم گر پانی تمہارا خشک ہو جاوے، پس کون لا دے گا تمہارے پاس پانی جاری؟ (سورۃ ملک، پ ۲۹، ع ۲)

نمبر ۵۔ والله غالب علیٰ امرهٖ ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۝

اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے پس بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (سورۃ یوسف پ ۱۲، ع ۳)

فائدہ ان آیات اور ان کی مثل پر غور کیا جاوے کہ اللہ کے لیے کون سی اوصاف ثابت کرتی ہے اور غیر خدا سے جو شریک بنائے جائیں ان

سے کسی طرح کی نفسی۔ واقع پورے مفہوم پر غور نہ کرنا باعثِ غلطی ہو جاتا ہے ایسی اوصاف کو یا بعض کو بدون اللہ جو سوائے خدا کسی میں مانے یا عقیدہ رکھے کفر و شرک ہے۔ حاشا و کلاّ مسلمان اس کے معتقد نہیں ہیں۔

تشبیہ مذمومہ

فرقہ جدیدہ مسلمانوں کو مشرک بنانے کے لیے اولیاء و انبیاء خواہ دنیاوی زندگی ہو خواہ دوسری ان کو تشبیہ دینے کے لیے وہ آیات پڑھتے ہیں جن میں مشرکین کے اپنے بنائے ہوئے اِلٰہ اور معبودوں کی بیکسی و مذمت اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے ان معبودان باطلہ اور انبیاء و اولیاء میں بُعد المشرقین کا فرق ہے بلکہ ان کے بعض حکموں کو انبیاء میں کہنا ماننا کفر ہے۔ ان کے صفات و حکم۔

۱۔ وہ پوجنے والوں کے ہاتھوں سے بنائے ہوتے ہیں۔
۲۔ ان میں زندگی مطلق ہی نہیں بلکہ جماد محض ہیں۔
۳۔ جو سننے دیکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے۔
۴۔ جو جماد ہونے کے لحاظ سے سفارش بھی نہیں کر سکتے۔
۵۔ جن کا حکم یہ ہے کہ وہ جہنم کا ایندھن بنائے جائیں گے۔
۶۔ جن سے متعلق تحقیر کرنا اور ان کو مٹانے کا حکم کیا گیا ہے۔ وغیرہ مفہوم من القرآن۔

ناظرین! آپ ہی انصاف کریں کیا اولیاؑ و انبیائے کرام میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں؟ یا حکمِ خداوندی ان کے متعلق ایسا ہے؟ نہیں یقیناً نہیں بلکہ قرآن نے تو کچھ اور ہی کہا ہے۔

آیت نمبر ۱۔ تعزروه وتوقروه۔

اس کی تعظیم و توقیر کرو۔

آیت نمبر ۲۔ الا ان اولیاء الله لا خوف علیهم ولا یحزنون۔

خبردار اللہ کے اولیاء پر کوئی خوف اور غم نہیں۔

آیت نمبر ۳۔ اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم۔ پس یہ لوگ ساتھ اُن لوگوں کے ہیں۔ من النّبیین والصدیقین والشھداءِ والصّالحین کہ نعمت کی ہے اللہ نے وحسن اُولٰئک رفیقا اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحوں سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق۔ (سورۃ نساء' پ ۵، ع ۹)

نمبر ۴۔ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۔ جس نے میری قبر کو دیکھا اس کے لیے میری شفاعت ضروری ہو گی۔

نمبر ۵۔ اگر قبروں پر سے گزرنے کا عذاب گزرنے والا جانے تو بجائے اس کے آگ پر سے گزرنا پسند کرے۔ یہ حکم ہے محبوبانِ خدا کے لیے۔ اور ان کے مزارات سے متعلق۔ وہابیوں کی دشمنی مسلمانوں سے ہے لیکن صلحاء کے متعلق بتوں کی جو آیات آئی ہیں پڑھ کر کیوں خدا کی ناراضگی مول لیتے ہو۔

کیا یہ تشبیہ کسی مسلمان کے نزدیک جائز ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ خدارا کسی فعل و قول کو شرک کہنے سے پہلے ذرا غور کیا کرو کہ کیا یہ ہم شرک کہہ رہے ہیں۔ یہی چیز قرآن کو کسی آیت سے جائز تو نہیں بن رہی کیونکہ جو شرک ہو اس کا جواز قرآن سے نہیں ملتا۔ تو پھر معلوم ہوا کہ مطلق کو تمہارا شرک کہہ دینا تمہاری جہالت کی دلیل ہے۔

نرالی منطق

اس فرقہ کی عادت ہے کہ اپنے نظریہ کے مطابق اگر کسی پنجابی شاعر کا شعر مل جائے تو وہ ان کے لیے شرک ثابت کرنے کی دلیل ثابت ہو جاتی ہے لیکن اگر اسی شاعر کا شعر ان کے مخالف آجائے تو کہہ دیتے ہیں والشعراءُ یتبعھم الغاوٗن۔ لہٰذا ہم نہیں مانتے اور کسی غلط پیر کے متعلق مولانا روم کا شعر سند گاہے پیش لیتے ہیں۔

منکران کا یہ شعر ؎

اولیا را ہست قدرت از الٰہ　　تیر جستہ باز گرداند ز راہ

دکھائی ہی نہیں دیتا ہم اگر کسی قول و فعل کے جواز پر متعددہ احادیث پیش کریں تو کیا جاتا ہے، یہ ضعیف ہیں حالانکہ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ احادیث بزعم ان کے ہمیں شرک سکھا رہی ہیں تو پھر علماء سابقین نے ان کو کیوں جمع کیا اور کتابوں میں ابھی تک باقی چھوڑا؟ کیا مخالفینِ اسلام کی طرف سے ہمارے اسلاف رہبرانِ توحید پر اعتراض نہ آئے گا؟ بلکہ تمہاری اس عادت سے کہ احادیث کے مابین تطبیق نہ دیتا اور کھلے بندوں ضعیف کہہ دینا منکرینِ حدیث کے لیے سند بنتا ہے کہ وہ سب احادیث کو موضوع اور کہہ رہے ہیں۔ اگر اصول کی کتابوں پر نظر ہو تو معلوم ہو جائے کہ علماء سابقین نے احادیث کے درمیان بلکہ قرآن کے ساتھ ان کے ظاہری تناقض کو اٹھا کر تطبیق دینے کی کتنی کوشش کی ہے۔ کیا ان کو سوجھی؟ کہہ دیتے کہ یہ غلط ہے۔

خبر ذمہ مخبر

کسی شخص کو زبانی معلوم ہوا کہ ایک مولوی نے جو جماعت اسلامی سے تعلق رکھتا ہے بلکہ قیم بھی ہے ایک بحث میں کہا کہ "تم لوگ جو ایصال ثواب و فاتحہ دُعا کرتے ہو، اس کے جواز کے لیے کوئی مرفوع و صحیح حدیث جو مسلم و بخاری میں ہو پیش کی جاوے تو میں مان لوں گا" الخ

اس مذکورہ مولوی نے کتنا شرع کے خلاف تکلیف مالا یجوز کی ہے اور مسلمہ فقہاء و علماء محدثین کا انکار کیا ہے حالانکہ کسی فعل کے جائز و موجب ثواب ہونے کے لیے جبکہ وہ کسی قطعی اوپر والی دلیل کے خلاف نہ ہو، خبر احاد اور کسی ایک صحابی کا قول و فعل جس پر حضورؐ نے تقریر کر دی ہو یا جماعتِ صحابہؓ نے انکار رد نہ کیا ہو، اس کے جائز ہونے کے لیے کافی ہے اور مولوی کا یہ کہنا ان کی عادت پر مبنی ہے ورنہ احادیث و اقوال فقہاء تو بجائے خود، کسی کی دعا و فاتحہ یعنی طلب مغفرت کا جائز و فعل مومنین ہونا

قرآن سے بھی ثابت ہے:- یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان

ترجمہ: کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہم سے پہلے جو انتقال کر چکے ہیں

بخش دے۔

کیا آجکل مسلمان جمع ہو کر گزرے ہوئے مسلمانوں کے لیے اسی طرح طلب مغفرت نہیں کرتے؟ کبھی مولوی مذکور نے اپنا کوئی کام کرتے ہوئے خیال کیا ہے کہ اس کے جواز پر کوئی حدیث مرفوع ہے یا نہیں؟ یا کہ لوگوں کے لیے ہی ایسی شرائط ہیں؟ علماء سابقین کے فتاوی و اقوال سے اعراض و بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

چونکہ مسئلہ استمداد و ایصال ثواب وغیرہ اس بحث میں داخل نہیں جملہ معترضہ کے طور پر ذکر آ گیا ہے انشاء اللہ ان ابحاث پر رسالہ کے حصہ دوم میں پوری اور مفصل بحث کی جائے گی اور اس پارٹی کی دلیل کل بدعۃ ضلالۃ کی تشریح تام زیر بحث لائی جائے گی ان کی پروا نہیں ؎

حشر تک شمع رسالت تو رہے گی روشن
جل کے ہو جائیں گے ہاں خاک بجھانے والے

بحث ما اُھِلَّ بہٖ لِغَیرِ اللّٰہ وحکمہٗ

حیوان منذور مذبوحہ میں متع صورتیں ہیں ناذر کی (۱) قصدہ نیت، ذابح کی قصدہ (۲) نیت، ذبح باسم ال یا بغیر باسم اللہ کے بطریقہ دوران و تردید قول و نیت ذابح ہی علت حل و حر ہو سکتی ہے۔ نہ صرف ناذر کی قصد و نیت۔ اس لیے کہ علت کے وجود پر معلول ضر ہوتا ہے حالانکہ کئی ایک صورتوں میں ناذر کی نیت تقربًا غیر خدا کے لیے ہو بھی ذابح کی قصدِ صحیح ذکر اسم اللہ کر دینے سے مطابق تصریحات فقہاء بحل ذبیحہ حکم کیا گی

اور اگر ذابح کی نیت ٹھیک ہو مگر ذابح کی نیت غلط اور ذکر اسم اللہ نہ کرنے سے یا غیر خدا کے نام کو شریک بشرکت نام کرنے سے ذبیحہ حرام ہوگا تو معلوم ہوا کہ قول و قصد ذابح پر ہی دار و مدار حکم حل و حرمت ہوگا کیونکہ اسی کے ساتھ وجودًا و عدمًا حکم وجود عدم ہوتا ہے۔

قول فقہاء

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارھم اوالکافر لالھتھم توکل لانہ سمی اللہ تعالی ویکرہ للمسلم ۰

مسلمان نے مجوسی و کافر کی بکری جو انہوں نے آتش کدہ اور معبودان باطلہ کی منت مانی ہوئی تھی ذبح کی تو کھائی جاوے کیونکہ اسم اللہ ذکر کیا ہے اور مسلمان کے لیے مکروہ ہے۔ (عالمگیری ج ۵ صـ۱۱ بحوالہ جامع الفتاوی)

فرقہ غلام خانیہ جو مطلق تشہیر باسم اللہ غیر اللہ کو علت حکمت قرار دے کر بلا تفصیل و تحقیق حیوان منذورہ کو حرام کہہ رہا ہے، یہ غلط جیسا کہ رسالہ "دعوت الحق جواہر القرآن" سے مفہوم ہو رہا ہے بلکہ خود انہوں نے بھی مطابق "دروغ گو را حافظہ نباشد" تحریمات العباد کے زیر عنوان چند آیتیں بیان کر کے مشہور باسم غیر اللہ تقربًا۔

تقربًا جانور کو ذبح کرنے کے بعد حل کا حکم دے دیا، تو مطابق قول مؤلف معلوم ہوا کہ نفس تشہیر باسم اللہ غیر اللہ بلکہ تقربًا الی غیر اللہ علت حرمت حیوان نہیں کہ ذبح باسم اللہ سے حلال نہ ہو۔ اور تحریمات عباد کو چھوڑیئے، بحیرہ سائبہ، وصیلہ جیسے جانور بتوں کے نام و تقریب کے لیے نہ تھے۔ دیکھو رسالہ "دعوۃ الحق" صـ۱۲۴ سلسلہ آیات میں ذکر کیا ہے:-

نمبر ۱- فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بآیٰتہٖ مومنین ۰

اگر اللہ کی آیات کے ساتھ ایمان رکھتے ہو تو جس چیز پر اللہ کا نام ذکر کیا جاوے

کھاؤ۔ (سورۃ انعام پ ۸، ع ۱۴)

نمبر۲۔ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ ولا وصیلۃ ولا حام ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یعقلون ۝

اللہ نے حرام نہیں کیے کان پھٹے، اور سانڈ وغیرہ لیکن جو لوگ کافر ہیں یہ ان کا افترا ہے اللہ پر الخ (سورۃ الانعام پ۷)

" ایسی خود ساختہ تحریمات کو برقرار مت رکھو بلکہ اس کو توڑو، اور جس چیز کے نہ کھانے میں مشرکین تقریب سمجھ بیٹھے ہیں اس کے خلاف کرو یعنی کھاؤ" (رسال دعوۃ الحق المخص ص ۱۲۰، ۱۲۴)

تضاد پر غور کریئے

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں!
لو آپ ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا

فرقہ ہذا جو مطلق مشہور باسم غیر اللہ کو حرام کہتے ہیں اس کے ایک مصلح قوم ہیں خود ہی ان آیات سے استدلال کرکے اور سائبہ، بحیرہ کو حلال کہہ کر ثابت کر دیا ہے کہ ان کا غلط مذہب ہے کہ جو چیز مشہور اس میں غیر اللہ یعنی غوث پاک کا بکرا، شیخ کبیر کی گائے حرام ہے۔ خواہ اسم سے ذبح کی جاوے یا نہ، فرق نہ آئے گا۔"

ناظرین خود ہی ان سے پوچھیں کہ غیر اللہ کی نذر مانا ہوا حیوان اگر ذکر اسم اللہ سے حلال نہیں ہوتا تو کیا سائبہ وغیرہ جو بتوں کے لیے نذر ملنے ہوتے ہیں کیونکر ذبح کرنے سے حلال ہو جاتے ہیں؟ اگر اسم اللہ کا ذکر ان کو حلال کر دیتا ہے تو پھر نذر اولیا۔ جو حیوان ہیں وہ بھی اسم اللہ سے ذبح کرنے میں حلال ہو جائیں۔

یہ غلط ہے کہ لوگوں نے قبروں میں درخت چھوڑے ہوتے ہیں جس سے نفع

نہیں اُٹھانے دیتے بلکہ دیکھا گیا ہے کہ غریب طلباً مسجدوں میں رہنے والے یا اسلامی تقریبات کے لیے وہاں سے لکڑی زیرِ استعمال لائی جاتی ہیں، ہاں مؤلف کا یہ شکوہ ٹھیک ہے کہ وہاں سے امیروں اور وہابیوں کو لکڑی نہیں لانے دیتے۔ امیروں کو تو اس لیے کہ ثواب غریب کے استعمال کرنے سے ہوتا ہے اور وہابیوں کو اس لیے روکتے ہیں کہ یہ جب اولیاء کے دشمن اور مخالف ہیں تو پھر اپنے دوست کی چیز دشمن کو کیوں دی جائے۔ ہاں جو لوگ غریبوں کو بھی استعمال نہیں کرنے دیتے یہ غلط ہے۔

مفہوم آیتین

ان دو آیتوں سے مفہوم مشترک یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جس نور کو ذبح کیا جاوے جبکہ دوسری شرائط ہوں تو حلال اور بحیرہ، سائبہ جو بتوں کے لیے مانے جاتے ہیں یہ حرام نہیں بلکہ ذبح اسم اللہ تعالیٰ کر دینے سے حلال ہو جاتے ہیں۔ اللہ جل مجدہٗ فرماتا ہے کہ یہ میرے حرام کیے ہوئے نہیں کہ میرا نام ذکر کرنا فائدہ نہ دے۔ جیسے کتا، گیدڑ وغیرہ۔ بلکہ یہ ان لوگوں کا میرے اور میرے رسولؐ کے ساتھ کفر والے ہیں، ان کا افترا ہے اللہ تعالیٰ پر کہ ایسے جانور حلال نہیں اگرچہ سو بار اللہ کا نام لیا جاوے۔

تو پھر معلوم ہوا کہ جو لوگ ایسے جانوروں کو جو بتوں کے لیے یا اولیاء کے لیے نذر مانے گئے مطلقاً حرام کہتے ہیں۔ وہ اللہ پر افتراء باندھنے والوں سے ہوئے تطبیق بین آیات القرآن کے لیے ضروری ہے کہ مَا اُھِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا معنی ذبح باسم غیر اللہ کیا جاوے، ورنہ انکار حکم قرآن ایک علت میں ضرور آئے گا۔ ایسی ربط سے تو جو آج کل کے مُہز سکھا رہے ہیں کہ اپنے مقصود کے موافق آیتوں کو پیش کر دیا اور یہ خیال تک نہ کیا کہ باقی قرآن سے کتنا تعارض ہے۔ معلم الغیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی ہے اسی لیے اس طرح پورا ہوتا ہے۔

بیان عقیدہ ودلائل جواز

مسلمانوں کا کسی حیوان یا دیگر شے کو مشہور باسم غیر خدا کرنے سے مثلاً۔

بکرا غوث پاک رضی اللہ عنہ، گائے شیخ سدو علیہ الرحمۃ، توشہ شیخ کبیر وغیرہ سے ذبح باسم اللہ وتقریب علی سبیل الاستقلال باللہ ہوتا ہے اور ولی کے لیے ایصال ثواب یہی اہلسنت وجماعت کا معمول اور عقیدہ ہے۔ اگر تقریب ہو بھی یا نہیں معنہ کے یہ مقرب خدا ہے اس کی خوشنودی سے اللہ راضی ہوتا ہے اس کے سوا کسی مسلمان ذی عقل کا عقیدہ نہیں ہے۔ محض بدظنی میں مبتلا ہوتے ہوئے کسی مسلمان کو صد تقریب الٰہ غیر اللہ کے عقیدہ کا معتقد جان کر فتویٰ لگائے جانا کون سی شریعت ہے۔ ہاں اگر کسی جاہل کا عقیدہ محض تقرب ولی ہی ہو، ایصال ثواب اور ذبح تقرباً الی اللہ نہ ہو تو واقعی یہ کفر ہے۔ لیکن پھر بھی ایسے حیوان کو ذبح غیر نا ذر باسم اللہ ذبح کر دے تو ذبیحہ حلال ہو جائے گا جس کا کھانا ٹھیک ولی یا نبی کے ساتھ تقرب اس لحاظ سے کہ مقرب خدا ہے ٹھیک ہے۔

فتویٰ شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلویؒ

دوم آنکہ برائے مجاوران قبر ایشاں باشد کہ موجب رضائے ایشاں شود وخدمت اولاد کسی موجب رضائے اوست۔ الخ قباحتی ندارد (فتاویٰ شاہ رفیع الدین صاحب مجتبائی ص۹)

تفسیر احمدی سورۃ البقرہ

ما اھل بہ لغیر اللہ ھناہ ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات و عزّی واسماءُ الانبیاءِ وغیر ذلک فان افرد باسم غیر اللہ اوذکر معہ اسم اللہ عطفًا بان یقول باسم اللہ و محمد رسول اللہ بالجر حرم الذبیحۃ وان ذکر معہ موصولًا لا معطوفًا۔

بان یقول باسم اللہ محمد الرسول اللہ اکثرہ ولا یحرم وان ذکر مفصولًا بان یقول قبل التسمیہ وقبل ان یضجع الذبیحۃ اوبعدہ لا باس بہ ھکذا فی الھدایہ۔ ومن ھٰھنا علم ان البقرۃ المنذورۃ للاولیا کما ھو الرسم فی زماننا حلال طیب لانہ لم یذکر اسم غیر اللہ علیھا وان کانوا ینذرونھا لہٗ (پ۲ ص۳۹)

مصنفہ ملا جیون علیہ الرحمۃ نور الانوار۔

مطلب

ما اھل بہ لغیر اللہ۔ وہ حیوان ہے جو غیر خدا کے نام سے ذبح کیا جائے جیسا لات یا عزیٰ یا انبیاء کا نام لے کر اگر صرف غیر خدا کا نام لیا گیا یا خدا کے نام کے ساتھ بطریقہ عطف نبی ولی کا نام ملایا گیا تو ذبیحہ حرام ہوگا کیونکہ اہل بہ لغیر اللہ ہو گیا۔ اگر نام غیر خدا ذکر گیا مگر عطف کے طور پر نہ یا جُدا کر کے لیا مثلاً حیوان کو گرانے سے پہلے یا بعد ذبح کے فلاں کے لیے ہے تو کچھ خرابی نہیں اسی طرح ہدایہ میں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو گائے نذر اولیا کی جاتی ہے یہ حلال طیّب ہے کیونکہ وقت ذبح غیر خدا کا نام نہیں لیا جاتا تاکہ یہ اہل بہ لغیر اللہ ہو۔

فائدہ

ملّا جیون علیہ الرحمۃ نے ما اھل کا معنی بیان کر کے اور ذکر نام غیر خدا کی مختلف صورتیں ذکر کرتے ہوئے ایک صورۃ کے ذبیحہ کو حرام باقی کو حلال کہہ کر وہابیہ کے منہ پر مہر لگا دی کہ باز آؤ مطلق کو حرام نہ کہو لیکن جو خدا سے نہ ڈرے اس کے نزدیک ملّا جیون کیا قدر رکھتے ہیں جو غلطی سے قول خطا بیٹھے وہ تو صحیح چیز معلوم ہونے سے اپنی غلطی سے باز آتا ہے لیکن جس نے تہیّہ ہی کر رکھا ہو کہ مسلمانوں کو مشرک اور ان کے افعال کو شرک ہی ثابت کرنا ہے تو پھر اس کو کوئی

فتویٰ کارگر نہیں ہوتا۔ نیز پتہ چل گیا کہ اُهِلَّ کا معنیٰ "ذبح" ہی ہے۔ معہودہ فرقہ جو معنیٰ اور حاصل معنیٰ کے الفاظ کہہ کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں، یہ غلط ہی ہے۔

شبہ ۱ اگر ما ذبح کو حاصل معنیٰ مانا جائے تو لازم آئے گا سینکڑوں مفسرین نے حاصل معنیٰ کیا اور معنیٰ نہ کیا تو تفسیر کیسی کی، اور مسلمانوں کو کیوں شبہ میں ڈالے رکھا۔

۲۔ کہ یہ معنیٰ اور حاصل معنیٰ کیسے جن کے حکموں میں مخالفت ہے آپ کا معنیٰ یعنی کسی کے نام پر مشہور کرنا مطلق حرمت کو چاہتا ہے اور مفسرین کا معنیٰ اس کو حرام ثابت کرتا ہے جو غیر خدا کے نام سے ذبح کیا جاوے جیسے مُلّا جیون علیہ رحمۃ کی مفصل عبارت سے معلوم ہو رہا ہے تمہاری مانیں یا علماء سابقین کی۔ عناد کو چھوڑتے ہوئے مسلمانوں میں جو تردد مذہب پیدا کر سکتا ہے جو کہ ملک و ملت کے لیے نقصان دہ ہے اس کو ختم کرو اور کسی مسئلہ کے کل احتمالات کو بیان کیا کرو۔

ملّا جیون علیہ رحمۃ کی طرح دیگر متعدد مفسرین نے بھی یہی معنیٰ کیا ہے جو زیادہ تسلّی ناظرین کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔

تفسیر بیضاوی ۱ ما اهلّ لغیر الله به۔ ای رفع الصوت لغیر الله به تصولهم باسم اللات والعزّی عند ذبحه (جلد ثانی ص۸۷)

خازن ۲ وما اهل لغیر الله به، یعنی ما ذکر علی ذبحه غیر اسم الله (جلد ثانی ص۶۶)

موضح القرآن ۳ وما اهل به لغیر الله، اور وہ جانور حرام ہے تم پر جو آواز اٹھا دیں۔ یعنی کہیں اس کو ذبح کرنے کے وقت نام سوائے اللہ کے (ص۲۶) جلالین ۴ ص۲۵، ص۹۵، ۵ مہابن

کثیر ج ۱ ص۲۵، ج ۲ ص۸، ج ۲ ص۵۷۹، ابن جریر ۶ ج ص۴۸، ج ۱۴ ص۱۱۶۔

تائید (شاہ رفیع الدین صاحب) نیز بعض مردمان جانوران جاندار مثل گاؤ و گوسفند و مرغ وغیرہ بر مقابر بزرگان بطریق نیازی آرند و بخدام می دہند و قید ذبح مطلق نمی کنند۔ الخ۔ ایں قسم ہم قباحتی ندارد۔ (فتاویٰ شاہ رفیع الدین صاحب ص۱۸)

شاہ صاحب کو بچائیے کہیں کوئی نذر مولوی یہ نہ کہہ دے کہ یہ غلط ہے شاہ صاحب سے غلطی ممکن ہے مگر کیا ایسے مشہور مسئلہ کا شاہ صاحب کا علم تک نہ تھا اور حرام کو حلال کہہ رہے ہیں تو ایسے کے لیے کیا فتویٰ ہوتا ہے؟ شاہ صاحب کو معلوم نہ تھا کہ بعد میں ایسے لوگ آنے والے ہیں۔ جو نذر بطریقہ ایصال ثواب کو شرک اور شئے منذورہ کو حرام اور جائز کہنے والے کو کافر کہیں گے اور مدّعیان حرمت حیوان منذورہ کی ایک دلیل بھی جو بصورت تقریب نام ایسی نہیں ہے جو دعویٰ اور دلیل کے لیے ضروری ہے اگر کوئی ہے جو ہماری مقیدہ صورت کی حرمت ثابت کر کے پیش کی جاوے، مگر نہیں ہو سکتا ناممکن ہے۔

اقوالِ فقہاء

قول ۱ فتاویٰ ابو اللیث النذر (لغیر الله) ان قصد بالنذر التقریب الی غیر الله وظن انه یتصرف فی الامور کلها دون الله فنظره باطل وارتداده ثابت۔ وان قصد بالنذر الی التقرب الی اللهِ وایصال الثواب الی الاولیاء ویعلم انه لا

تتحرک ذرة الا باذن الله ویجعل الاولیاء وسائل بینهٔ وبین الله تعالیٰ فی حصول مقاصده فلا حرج فیه وذبیحته حلال طیب هذا هو الثواب۔

مفہُوم ”غیر خدا کے لیے نذر ماننے والا اگر غیر کو اپنے امور میں اللہ کے سوا متصرف جان کر نذر مانتا ہے تو نذر باطل اور ناذر مرتد، اور اگر غیر خدا یعنی اولیاءؔ کو محض اللہ جل جلالہٗ اور اپنے درمیان وسیلہ حصول مقاصد کے لیے خیال رکھتا ہے تو ٹھیک ہے جبکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک ذرّہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کر سکتا۔“

فائدہ اس قول سے معلوم ہوا کہ نذر لغیر اللہ جو حرام اور ناذر مرتد و مُشرک، وہ بایں معنٰی ہے کہ ناذر محض تقریب غیر خدا کے ساتھ ہو، اس کو اپنے اور مشکلات میں متصرف، اللہ کے بغیر مانے، لیکن اس کا کوئی مسلمان اہلسنت و جماعت قائل و فاعل نہیں۔ البتہ اس طریقہ سے کہ حصول مراد کے لیے یہ اولیاء کرام ہمارے وسائل ہیں ٹھیک ہے۔ بقول فقیہ ابو اللیث۔ اور یہی ہمارا عقیدہ و عمل ہے۔

شامی ۲ تحت قول درمختار انّهٗ یتقرب الی الآدمی لانسیی الظن با المسلم بهذا النحر قولهٗ۔ انهٗ یتقرب ای علی وجه العبادة لانه المکفر وهذا بعید من حال المسلم فظاهر انّهٗ قصد الدنیا والقبول عندهٗ باظهار المحبة بذبح فداءٍ عنده (ردالمحتار جلد ۵ صفحہ ۲۷)

مفہوم کوئی کسی آدمی کے لیے جو ذبح کرتا ہے اس کے متعلق یہ بدظنی نہیں کی جا سکتی کہ تقریب آدمی کے ساتھ علیٰ وجہ العبادات ہو۔ بلکہ کسی مقصدِ دنیاوی یا اظہارِ محبت کے لیے ذبح کر رہا۔ اور تقریب ٹھیک ہے۔“

فائدہ علامہ شامی نے مسلمان کے متعلق حُسنِ ظن کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان سے تقرب غیر خدا کی طرف علیٰ وجہ العبادات (متصرف فی الامور) گمان کرنا غلط ہے بلکہ کسی دنیاوی مقصد یا اور تقرب کے لیے کیا جاوے گا، مگر حنفی نما وہابی مسلمانوں کے متعلق بدظنی میں مبتلا ہیں، بلا پوچھے نیت قصد فتویٰ کفر و شرک لگاتے ہیں۔ تکفیر المسلمین کرنے والو! کیا کسی شیخ کا حکم ہے کہ مسلمانوں پر فتویٰ لگا کر تشتت و افتراق پیدا کرو؟ تو پھر کھلی اجازت ہے، پاکستان میں آپ کا بھی حق ہے۔ اگر خدا کے لیے کر رہے ہو تو پھر ضرور قصد و نیت پر فتویٰ لگایا کرو۔

درمختار ۳ واعلم ان النذر الذی یقع الاموات من اکثر العوام وما یوخذ من الدراهم والشمع والزیت ونحوها الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربًا الیهم فهو بالاجماع باطلٌ حرامٌ ما لم یقصد واصرفها لفقراء الانام (درمختار ج ۲ ص ۵)

مفہوم ”اموات کے لیے جو لوگ نذر تیل، شمع، روپے وغیرہ لے جاتے ہیں، یہ حرام ہے۔ ہاں مگر ان کو فقیروں پر خرچ کیا جاوے تو ٹھیک، یعنی ایصالِ ثواب۔“

فائدہ مصنف درمختار نے فیصلہ ہی کر دیا کہ مزارات پر جو تیل وغیرہ لے جاتے ہیں اگر ان سے فقیروں وغیرہ پر خرچ کرنا مقصود نہ ہو تو پھر غلط ہے۔ ایصال ثواب ٹھیک اور ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ کیا کسی مسلمان عقیدہ کو اس کے بغیر ثابت کر سکتے ہو؟ نہیں تو پھر خدا کے لیے فقہاء کے اقوال پر عمل کرو اور مسلمانوں کو کافر بنانے کی جدوجہد سے باز آؤ۔

شامی ۴ قولهٗ باطلٌ وحرامٌ، لوجوهٍ منها ان نذر المخلوقِ والنذر للمخلوق لایجوز لانه عبادة

والعبادة لا تكون لمخلوق ومنها انه ان ظنّ ان الميت يتصرف فى الامور دون الله واعتقاد ذلك كفرٌ اللهم الا ان قال يا الله انى نذرت لك ان شفيت مريضى اورددت غائبتى اوقضيت حاجتى ان اطعم الفقراء الذين بباب سيدة النساء اوالامام الشافعى اوالامام الليث اواشترى حصيرًا المساجدهم اوزيتًا لوقودها اودراهم لمن يقوم شعائرها الى غير ذلك مما يكون نفع للفقراء والنذر الله عزوجل وذكر الشيخ لصرف النظر لمستحقه برباطه اومسجده فيجوز بهذا الاعتبار (ردالمختار ج ۲ ص۱۷۵)

مفہوم علامہ شامی نے ردالمختار کے قول "باطل" و "حرام" کی تفصیل کرتے ہوئے کہا کہ اس نذر بغیر اللہ، یعنی جو کہ محض تقریب الی غیر اللہ کے لیے کی جاوے جو کہ پچھلے قول سے مقصد ہے، حرام ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) ایسی نذر عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے حرام و شرک ہے۔

(۲) جس کی نذر مان رہا ہے یہ تو ٹھیک ہے اور کوئی چیز اس کے ملک میں نہیں آسکتی۔

(۳) ایسی نذر میں یہ گمان ہوتا ہے کہ میت (یعنی ولی) اللہ کے سوا متصرف فی الامور ہے اور یہ باطل اور کفر ہے، مگر اس طرح نذر ماننے کہ اے اللہ! تُو نے میرے مقصد کو پورا یا گمشدہ کو واپس لایا تو فلاں بزرگ مثلاً امام شافعی کے مزار پر رہنے والے خدام کو تیل وغیرہ ایسی اشیاء دوں گا تو یہ جائز ہے۔"

فائدہ علامہ صاحب نے جس نذر کے بطلان کی وجوہ پیش کیں، واقعی وہ ٹھیک ہے۔ مسلمان ایسی نذر نہیں مانتا بلکہ خود آخر ایک صورت پیش کر کے فتوے

جواز دیا۔ مسلمان اہلسنت والجماعت ایصال ثواب کے لیے نذر مانتے ہیں۔

امام شافعیؒ، تفسیر کبیر تحت قولهٗ تعالیٰ لاتاكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه "قال الشافعیؒ هذا النهي مخصوص بما اذا ذبح على اسم غير الله ويدل عليه وجوهٌ" (تفسیر ج ۴ پ ۸ ص۲۰۲)

مفہوم امام شافعیؒ نے کہا کہ "لاتاكلوا" سے جن حیوانات کے کھانے کی نہی سے کیے جائیں، مثلاً بت، تو پیر کا، مشہور کردہ جانور اس نہی کے نیچے نہیں آیا کیونکہ ذبح باسم خدا ہوا ہے۔

درمختار وان ذكر مع اسمه تعالى غيره فان وصل بلا عطف كره كقوله بسم اللهِ اللهم تقبل من فلان اوضى اومنهٗ او باسم الله محمد رسُول الله، بالرفع لعدم العطف فيكون مبتداءً لكن يكره للوصل صورة الى ان قال وان عطف حرمت نحوها باسم الله واسم فلانٍ او فلانٍ لانه اهل به لغير الله۔

(درمختار جلد ۵ ص۲۶۱) ردالمختار ج ۵ ص۲۶۲)

مفہوم فرمایا کہ کسی جانور کو ذبح بنام خدا کرتے وقت اگر غیر کا نام لیا مثلاً "کہا باسم اللہ تقبل منی او فلانٍ یعنی میری طرف سے قبول کر یا محمد رسول اللہ ساتھ کہا مگر مرفوع پڑھ کر تو ذبیحہ حرام نہ ہوگا کیونکہ کلام علیحدہ ہے مگر کرنا ایسی صورت کا مکروہ ہے کیونکہ صورتاً اتصال ہے۔ ہاں اگر غیر خدا کا پورے عطف کے طور پر یعنی مجرور پڑھ کر ذکر کرے تو حرام۔ اُھلّ بہ لغیر اللہ ہوگا۔

فائدہ ۱: علامہ صاحب کے نزدیک بوقت ذبح بھی غیر خدا

کا نام لینا جبکہ بطور عطف نہ ہو سببِ حرمتِ حیوان نہیں بنتا چہ جائیکہ پہلے نام لینا پیر کا بکرا حرام ہو جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے بھی حلال نہ ہو سکے۔ یہ فقاہت نرالی توحید کے علمبرداروں کو ہی نصیب ہو۔ یہ بھی پتہ چلا کہ علامہ کے نزدیک **ما اھل بہ لغیر اللہ** وہ ہے جس پر وقتِ ذبح غیر خدا کا نام نہ لیا جاوے، نہ وہ جس پر پہلے ذبح کے لیا جاوے۔ مثلاً فلاں بزرگ کا بکرا جیسا کہ خلافِ تصریحاتِ فقہائے معہودہ جماعت قول کر کے مطلق فتویٰ حرمتِ ذبیحہ دے رہی ہے۔ خدا ہر ایک کو چشم بصیرت دے تاکہ فساد کو کرتے ہوئے **انما نحن مصلحون** ہ نہ کہتا پھرے بلکہ تخریب سے باز آ کر **الا انھم المفسدون**، کے فتویٰ سے بچے، بیان آئی میں مفصل ذکر ہوگا۔

شارح مسلم فی شرح ما اخرجہ من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ من اللعن ولدہٗ، ولعن من ذبح لغیر اللہ واما الذبح لِغیر اللہِ انْ یذبح باسم غیر اللہ کمن ذُبح للصنم او للصلیب او للموسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام

اللہ لعنت کرتا ہے اس کو جو اپنے والد کو لعنت کرتا ہے اور اللہ لعنت کرتا ہے جو ذبح غیر خدا کے لیے کرے۔ جس طرح بتوں یا صلیب وغیرہما ناموں سے ذبح کی جاتی ہے۔ ان دلائل عباداتِ محررہ سے بالتصریح معلوم ہو گیا کہ دیگر اشیاء جو ایصالِ ثواب کے لیے دیتے ہیں شرعاً جائز اور صحیح ہے۔ چند عباراتِ مطلقہ سے مسلمانوں کو دھوکا نہ دیا جائے۔ ہاں اگر نفس تقرب غیر خدا کے لیے کرتا ہے، خواہ ذبح ہو، یا شیرینی بایں معنیٰ کہ ان منذور لہٗ کو ثواب کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ وہ اللہ کے مقرب ہو کر من جانب اللہ الوہیت پا چکے ہیں جیسا کہ مشرکین کا یہ عقیدہ ہے۔ جیسا حکیم الامت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے

ہیں :- قولہٗ : والمشرکون وافقوا المسلمین فی تدبیر امور العظام (الیٰ قولہٗ) ولم یوافقوھم فی سائر الامور و ذھبوا ان الصالحین من قبلھم عبدوا اللہ وتقربوا الیہ فاٰتاھم اللہ الالوھیۃ فاستحقوا العبادۃ من سائر خلق اللہ (مختصر)

”مشرک مسلمانوں کے ساتھ بڑے کاموں کی تدبیر میں موافق ہیں (الیٰ قولہ) اور نہیں موافق سب کاموں میں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے پہلے والے صالحین لوگ اللہ کی عبادت کر کے اتنے مقرب خدا ہو گئے ہیں کہ اللہ نے ان کو الوہیت دے دی ہے جس کی وجہ سے وہ مستحق عبادت ہو گئے ہیں سب مخلوق کی نسبت سے۔“

حکیم الامت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مشرکین کا فرق مسلمانوں کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مشرک لوگ نیک بندوں کو اپنے اِلٰہ اور معبود مانتے تھے۔ واقعی جو ایسا عقیدہ رکھتا ہو وہ کافر ہے۔ اس پر خوب فتویٰ لگا لیکن مسلمانوں کے اس معتقد نہیں بلکہ یہ نیک بندوں کو اللہ کے آگے محتاج اور سفارشی مانتے ہیں امید ہے کہ شاہ صاحب کا بیان ہوا یہ فرق وہابیہ کے لیے قابل قبول ہوگا کیونکہ مؤلف رسالہ نے اپنے رسالہ میں شاہ صاحب کے بہت اقوال نقل کیے ہیں۔ خدا کرے کہ وہابیہ کسی کا قول قبول ہو کہ فتویٰ کفر لگانے سے باز رکھنے کا موجب بنے اور جو دنیائے [illegible] میں بلکہ شہروں میں فضلاً گھر گھر فساد پڑا ہوا ہے کہ ایک دوسرے کو کافر و مشرک سمجھ رہے ہیں ختم ہو اور یہ جھگڑا ہمارے شہروں و گھروں میں جو پڑا ہوا ہے۔ اس کا سبب فرقہ جدیدہ ہی ہے کیونکہ جہاں اس کے اثرات نہیں پہنچے وہاں جا کر کوئی دیکھے مسلمان ایک دوسرے کو محبت سے دیکھتے اور اپنا اسلامی بھائی خیال کرتے ہیں۔ کسی قدیمہ سے فساد نہ ہونا بلکہ جدیدہ پر ہونا اسی کا مقتضی ہے کہ اس کو [illegible] ٹھہرایا جاوے اور مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس سے اجتناب کر کے اپنے

اندر اخوت اسلامی پیدا کریں اور بدظنی کو ختم کریں تاکہ ہمارا اتحاد ملک و ملّت کے لیے مفید ثابت ہو۔

طریقہ علاج

یہ مسلمہ اصول ہے کہ انسان جو مدّت سے غذا استعمال کرتا آ رہا ہو اور ضرر رساں نہ ہو، جب کبھی نقصان دے تو تشخیص یہ ہو گی کہ غذا تو یہی ٹھیک ہے۔ نقصان کی وجہ قوت عزیزیہ کی کمزوری ہے۔ لہٰذا اس کی تقویت کے لیے دوا لی جاوے۔ اگر کوئی خلافِ معمول سابق غذا کھانے پر نقصان ہو تو تشخیص و علاج یہ ہو گا کہ اس غذا کو چھوڑ دیا جائے ورنہ یہ نقصان زیادہ کرے گی، کیونکہ خلاف معمول ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس زمانہ پر فتن میں کون سا مذہب ہمارے لیے علت فساد بنا ہوا ہے۔ اگر پہلا ہی خیال کریں تو یہ غلط ہے بلکہ اپنی اصلاح کیجاوے کہ کسی کے اوہام باطلہ نے اس کی قوت ایمانیہ کو کمزور کر دیا ہے کسی مقبول خدا سے علاج کرایا جائے۔ اگر سبب فساد و تقوٰی بازی ثانی دنیا مذہب ہے تو پھر یہ ٹھیک ہیں۔ اگر فساد سے بچنا مقصود ہے اور اس کو اپنے لیے جسماً و ایماناً مضر خیال کیا جاتا ہے تو پھر اس سے علیحدگی اختیار کی جاوے اور جو فساد باپ و بیٹا، خاوند و بیوی میں پیدا ہو گیا ہے اس کو ختم کرتے ہوئے یہ کیا جاوے ؎

ازاں کہ پیروی ایں خلق گمراہی آرد
نمی رویم براہ کہ کارواں رفتست

اشتباہ

نام نامی "اللہ" کے ذکر کو ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے علّت قرار دینا ٹھیک نہیں کیونکہ علماء فقہا نے حیوان نذر کے متعلق قول کیا ہے کہ اس پر ذکر نام خدا کرنا یا نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔ حلال نہ ہو گا تو پھر تمہارا ذکر نام خدا سے ذبح کرنے پر حلال ہو جانے کا فتویٰ ٹھیک نہیں، دیکھو اقوال علماء۔

تبصرۃ الرحمٰن

ما اھل بہ ای صوت فیہ باسم لتعظیم غیر اللہ ای بسبب ذبحہ. لہٗ وان قُرِنَ بہ بسم اللہِ لا یوثر معہ فی الطھیر۔ انتھیٰ۔

مفہوم

”نام لیا جاوے غیر خدا کا تعظیم کے لیے ذبح سے تو اگر اس کے ساتھ اللہ کا نام ملا بھی دیا جاوے تو تطہیر کے لیے موثر نہ ہو گا۔“

تفسیر نیشاپوری اجمع العلماء لوان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحها التقرب الی غیر اللہ صا
مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد۔

مفہوم علماء متفق ہیں کہ اگر مسلمان کوئی حیوان تقرب غیر اللہ کے لیے ذبح کرے تو وہ مرتد ہوگا اور ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ کہلائے گا۔

الجواب ان قولین سے جو چیز اور اس کا حکم مفہوم ہو رہا ہے اس میں اور حیوان نذر بطریقہ ایصال ثواب ولی کے لیے اور خون بہانا یعنی ذبح اللہ کے لیے میں فرق بعید ہے۔ ان سے ہمارے عقیدہ کی تردید نہیں ہو سکتی۔

(۱) پہلے سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ غیر خدا کا نام جب وقت ذبح لیتا ہے اور ذبح سے تقرب غیر خدا ہی ہے تو پھر واقعی نام خدا ساتھ ملانا مفید نہ ہوگا کیونکہ اس وقت اصل نام غیر خدا ہے۔ نیز یہ کفر ہے، لیکن ہمارے حیوان منذورہ کے ذبح کے وقت نام خدا ہی ہوتا ہے اور ذبح بھی اللہ کے لیے ثواب غیر اللہ اور نام ولی پہلے ہوتا ہے۔

(۲) یہ ہے کہ مسلمان جب نفس ذبح غیر خدا کے لیے کر کے تقرب غیر اللہ، اللہ کے ساتھ کرتا ہے تو پھر یہ مرتد ہو گیا۔ اب اگر وہ سو بار خدا کا نام لے تو حلال نہیں ہوتا۔ اس لیے نہیں کہ نام خدا مفید نہیں ہو سکتا بلکہ اس لیے کہ مرتد ذبح کرنے کا اہل ہی نہیں۔ ذابح کا مسلمان ہونا شرط۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر ناذر کا غیر کوئی مسلمان خدا کا نام لے کر ذبح کرے تو بھی حلال نہیں ہوگا۔ (فتدبر)

جواب کی زیادہ تحقیق کے لیے ہمارے دلائل صفحات گزشتہ والے دیکھے جاویں مطلق ان سے مراد لینے پر یعنی خواہ تقرب بصورت ایصال ثواب ہو یا غیر ناذر ہی ذبح کرے تو بھی حلال نہیں۔ تعارض و تخالف اقوال فقہا کے درمیان آجاتے گا اور اسی

صورت مذکورہ کے بغیر نہیں اٹھ سکتا۔

دلائل خصم کی تنقیح مؤلف نے حسب عادت اپنی جماعت کے حیوان منذورہ کی حرمت پر اگرچہ بنام خدا ہی ذبح ہو، چند اقوال فقہائے کرام رحمہم اللہ پیش کیے۔ بعض میں تو مطابق لاتقربوا الصلوٰۃ پر ہی اکتفا کیا اور انتم سکاریٰ چھوڑ گیا۔ یعنی جتنی عبارت سے عوام کو مغالطہ دیا جا سکتا تھا، ذکر کی اور وہ عبارت جس سے حیوان منذورہ فی زماننا کا حلال ہونا صراحتاً معلوم ہو رہا تھا چھوڑ ہی دیا جو خیانت نہ کہی جاوے تو اور کیا۔ اور بعض سے پوری مراد فقہانہ سمجھتے ہوئے اپنے مدعیٰ پر استدلال کرتا رہا۔

ناچیز تجزیہ کے طور پر ہر ایک قول کو علیحدہ بیان کر کے مؤلف کی غلطی کی وجہ بیان کرے گا۔ خدا مجھے تعصب و عناد سے پاک رکھتے ہوئے تنقید صحیح کرنے کی توفیق دے، آمین بالنبی الامین۔

دلائل وہابیہ

نمبر ۱ تفسیر کبیر قال العلماء لوان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحها التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد (انتہیٰ)

کوئی مسلمان ذبح کرتے ہوئے ذبح سے تقرب غیر خدا مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبح کیا ہوا مرتد کا ذبیحہ کہلائے گا، یعنی حرام ہوگا۔

تنقید علامہ امام رازی رح نے جو فرمایا ہے اس کو مسئلہ مختلف فیہ (نذر ولی بطریقہ ایصال ثواب ہو اور ذبح سے تقرب اللہ کی طرف) کے ساتھ

تعلق نہیں ہے اور ذبح سے تقرب جو صرف غیر خدا کے لیے ہو، یہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہی نہیں کیونکہ یہ عبادت ہے اور مسلمان پر بلا کسے اس کی ایسی بدگمانی میں مبتلا ہونا تصریحات فقہاؔ کے خلاف ہے۔ تقرب غیر خدا کے ساتھ جو عبادت ہے، اس کا معنی پیچھے اقوال فقہا میں گزر چکا ہے۔ علامہ صاحب جس ذبیحہ کے متعلق حکم بیان کر رہے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جس کا ناذر و ذابح تقرب غیر خدا کے لیے ذبح کرے۔ نہ ایسے ذبیحہ کے متعلق جس کی نذر سے ایصال ثواب ہو، اور تقرب ولی کے ساتھ بایں معنیٰ ہو کہ یہ میرا وسیلہ ہے، زیادہ تسلی کے لیے صفحات گزشتہ دیکھیے۔

تفسیر عزیزی ۲ در حدیث صحیح وارد است کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب غیر خدا نماید ملعون است۔ خواہ در وقت ذبح نام خدا گیر دیا نہ چونکہ شہرت دارد کہ این جانور در فلان است۔

توضیح شاہ صاحب کے نزدیک بھی جو جانور تقرب خدا کے لیے ذبح کیا جاوے وہ حرام ہے اور تقرب سے مراد عبادت ہے۔ واقعی ایسا ناذر ملعون ہے اور اب اللہ کا نام ذکر بھی کرے تو فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اہل ذبح ہی نہیں رہا نیز حدیث کے ظاہری الفاظ سے مطلق حیوان نذر خواہ ایصال ثواب کے لیے ہو، کو حرام کہنا ٹھیک نہیں بلکہ معنی حدیث یہ ہے ملعون من ذبح باسم غیر اللہ، یعنی جو کہ غیر خدا کے نام سے ذبح کرے (نووی شرح مسلم)

نیز شاہ صاحب کا اپنا قول بھی موجود ہے کہ ایصال ثواب کے لیے جانور ذبح کرنا ٹھیک ہے۔ قولہ اما ثواب چیزہا کہ عاید بہ دیندہ می شود ازاں غیر ساختن جائز است زیرا کہ انسان را رسد کہ ثواب عمل خود را بغیر بخشد۔

(تفسیر عزیزی فتاویٰ ج ص۱۱۸)

تو پھر خود قائل کے قول سے معلوم ہوا کہ حرام خاص ہے، نہ مطلق کسی کے قول پر

تفصیلی نظر نہ کرنی اور ایک ہی قول کو مطلق سند پکڑ لینا جہالت اور مطالعہ کی کمی پر مبنی ہے۔ خدا چشم بصیرت دے۔ آمین

فتاویٰ غرائب ۳ فان فات قصد التعظیم للہ تعالیٰ بان قصد بہ التقرب الی الآدمی لا یحل الخ

"اگر تعظیم اللہ مقصود نہ ہو ذبح سے بلکہ آدمی قصد کی جائے تو حلال نہیں ہوتا"

تغلیط واقعی جس ذبح حیوان سے تعظیم اللہ مقصود نہ ہو وہ حرام ہے۔ بایں طور کہ ذبح کے وقت نام خدا نہ لیا جاوے، یا ذبح سے تقرب آدمی کی طرف ہو، مگر نظر مروجہ اولیا کے لیے کی جاتی ہے، اس کے خلاف ہیں، مطابق کہاں کی اینٹ کہاں کا روڑا، بھان متی نے کنبہ جوڑا متوحد صاحب نے کیسی حرمت ثابت کر لی، خدا ہدایت دے۔ کوئی صریح دلیل جو عبارۃ النص کے طریقے سے مدعا تمہارا ثابت کرے پیش کرو۔ احتمال محض اور فرضی خیال سے بھی کرے حرمت اور کفر ثابت ہوتا ہے۔ کوئی اصول فقہ کی کتاب پڑھی ہے یا ویسے ہی اپنے شیخ سے سنا سنایا لکھ دیا۔ مسلمان کی نذر ولی کے لیے ایصال ثواب اور ذبح بنام خدا ہوتی ہے۔ اس ادنیٰ مناسبت اور تعلق کے لیے پیر کا بکرا بابا فرید کی مٹھائی کہا جاتا ہے۔ کوئی صرف تعظیم ولی کے لیے ذبح کرے تو پھر ایسے خیال سے توبہ کرنی چاہیے۔

تفسیر نیشاپوری ۴ قال العلماء لو ان مسلم ذبح ذبیحتہ قصد بذبیحتہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدًا او ذبیحتہ ذبیحتہ مرتدًا انتہٰی۔

تنقیح اس کا مطلب پوری طرح پیچھے جواب اشتباہ میں ذکر ہو چکا ہے، واقعی جہاں ذبح غیر خدا ہی کی طرف ہو یہ غلط ہے لیکن یہ ہمارے لف نہیں۔

درِمختار ص۵ واعلم ان النذر الذی یقع للموات من اکثر العوام وما یؤخذ من الدراھم والسمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربًا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصد واصرفھا الفقراء لانام۔

علامہ صاحب نے ایسی نذر جس سے تقرب اولیاء کی طرف ہی ہو حرام کہا ہے، لیکن آگے فقراء پر خرچ کرنا اگر مقصد ہو تو ٹھیک کہہ گئے۔ تجاہلاً ہی کوئی نہ سمجھے تو علیحدہ بات ہے، ورنہ علامہ صاحب جس نذر کو حرام کہہ رہے ہیں وہ اور ہے اور جس کے مسلمان اہلسنت والجماعت عامل ہیں وہ ایصالِ ثواب کے لیے ہوتی ہے اور تقرب علی وجہ العبادت اللہ کے ساتھ۔

تائید قول شاہ رفیع الدین صاحب رح

نمبرا۔ فتاویٰ شاہ صاحب صفحہ۸ مجتبائی:۔

قسم دیگر نذر است برائے اولیاء اگر بہ نیت تبرع و احسان بہ ایشان است بہ یقین کہ احسان با دوستان خدا باعث رضائے الٰہی است و توقع کہ ایشان در مقام مکافات زیادہ از بخشیدہ ایں بدہند، فاگر نیت قضاء حاجت است از جناب الٰہی بدعائے والتجائے ایشان ظاہر است کہ دعائی۔ از دعائی ما قریب تر است باجابت بہ نسبت طاعت و مجاہدہ ایشان وطریق ایں احسان است کہ صرف برائے خدا بدہند و ثواب آں کہ حق تصدیق است تنخواہ ایشان نمائند۔ زیرا کہ برسانیدۂ ثواب بے حصول ثواب نہ باشند۔ و ثواب بدون صرف در راہِ الٰہی حاصل نہ۔ پس دریں صورت ایں اولیاء در اخذ ثواب نائب عابد گشتہ اند نہ شریک معبود۔

(فتاویٰ ص۸)

شاہ صاحب نے تو تفصیل کر کے ہمارے معمول کی عبارت النص سے تائید کر دی۔ خدا معلوم، معہودہ فرقہ کو کیا ضد ہے کہ مطلق حرام کا فتویٰ ہی لگاتے ہیں۔ ناظرین میں سے جو فارسی نہ جانتا ہو کسی سے ترجمہ کرا کر موازنہ کرے کہ خاندان دہلویہ کا فرد رح کیا کہہ رہا ہے اور وہابیہ کس جہالت و مغالطہ میں پڑتے ہیں۔

ردالمختار جلد ثانی نمبر۶۔ قولہ: تقربًا الیھم کان یقول یا سیدی فلان رد غائبتی اوعو فی مریضی اوقضیت حاجتی فلك من الذھبت والفضۃ الی قول باطل حرام لوجوہٖ۔

تنقیح علامہ شامی نے تقربًا الیھم کی قید لگا کر ثابت کر دیا کہ ایسی نذر جس سے اولیاء کی طرف تقرب ہی ہو وہ حرام ہے جس کی تین وجہ بیان کیں جو کہ ہمارے دلائل کے بیان میں مفصل ذکر ہو چکی ہیں۔ واقعی ایسی نذر جو تقرب کے طور پر ہی ہو بوجہ عبادت ہوتے یا متصرف فی الامور جاننے کی وجہ سے حرام ہے لیکن اس کو نذر بطور ایصال ثواب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جس سے ہماری وجہ مروجہ کی حرمت ہو سکے۔ حضرت یہ گمان نہ پیدا ہو شاید یہاں ولی کو خطاب کرنا وجہ حرمت ہو اور ایسا لوگ کرتے ہیں لہٰذا نذر غلط ہوتی اور ناذر کافر العیاذ باللہ وجہ اس لیے کہ نذر کو حرام کہنے کی یہی تین وجوہ علامہ شامی کے دوسرے قول میں بھی موجود ہیں جہاں ناذر خطاب اللہ کو کرتا ہے کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفا بخشی وغیرہ۔ تو معلوم ہوا اولیاء کو خطاب کرنا وجہ حرمت نہیں ہو سکتی۔ نیز کسی ولی یا نبی کو خطاب کرنا کہ اگر تو نے میرے مریض کو شفا بخشی یا گمشدہ کو واپس لایا تو اس کے دو اعتبار ہیں، حقیقی اور مجازی۔ پہلا یہ کہ ولی اور نبی کو ہی فاعل حقیقی خیال کیا جاوے۔ تو یہ شرک و کفر ہے۔ کسی مسلمان ذی شعور سے ایسی امید نہیں کی جا سکتی، لیکن

اگر کوئی کرے تو یقیناً کفر ہے۔

دوسرا یہ کہ ایسی نسبت کرنے میں خیال ہو کہ نبی و ولی کی دعا ذریعہ بنے گی کہ اللہ کریم میرے مریض کو شفا بخشے گا اور گم شدہ کو واپس لائے گا تو یہ شرک و کفر نہیں بلکہ جائز ہے۔ ایسی نسبت غیر خدا کی طرف قرآن میں موجود ہے۔ اور احادیث و اقوالِ فقہاً بھی اس پر دال ہیں۔ برائے تسلی ایک آیت و حدیث اور قول فقیہہ ہدیۂ ناظرین کیے جاتے ہیں۔

آیت وما نقموا الا ان اغناهم الله ورسوله من فضله (توبہ پارہ ۱۰ ع ۹)

اور نہیں عیب کیا مگر اس بات کہ غنی کیا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ (توبہ پارہ ۱۰- ع ۹)

حدیث اسئلك مرافقتك في الجنة قال اوذلك الخ فاعنى بكثرة السجود. اوكما قال

صحابی نے آپ سے رفاقت مانگی۔ معلوم ہوا کہ ایسی نسبت جو اوپر لکھی گئی ہے شرک نہیں۔ خدا فرق کرنے کی عقل دے۔

قول فقہی ان الانسان اذا ضاع له شئ فاراد ان يرده سبحانه عليه فليقف على مكان عال مستقبل القبلة ويقرا الفاتحة ويهدى سوابها النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم يهدى ثواب ذلك يسدى احمد بن علوان ويقول ياسيدى احمد بن عوام ان ترد على ضالتى والا نزعتك من ديوان الاولياء فان الله تعالىٰ يرد على من قال ذلك ضالته ببركة اجهورى

(ردالمحتار مطبع استنبول جلد ۳ بحوالہ زیادی صفحہ ۵۰۱ قبیل کتاب الآبق)

مفہوم کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو اور وہ چاہے کہ اللہ جل جلالہٗ لوٹا دے تو اونچے مکان پر قبلہ رُخ ہو کر کھڑا ہو، اور فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے اور سید ابنِ علوان کو بخشے اور کہے اے سید ابن علوان میری گم شدہ چیز لوٹا دے ورنہ میں تیرا نام دفترِ ولایت سے کاٹ دوں گا۔ جو یہ کرے اللہ اس بزرگ کی برکت سے اس کی چیز ملا دیتا ہے۔

حاصل معلوم ہوا کسی کے سبب انعام ہونے اور سبب عطا ہونے اور ذریعہ واپسی ہونے پر بطریق مجاز منعم کہنا، معطی ماننا، لوٹانے والا جاننا کہا جا سکتا ہے اور جائز، یہی مسلمان کا عقیدہ ہے شرک کے مرتکب نہیں۔ علامہ شامی نے کیسا حرام حلال سکھایا یا شرک کی تعلیم دے کر ہمارے لیے کیسے رہبر ہوتے جبکہ خود ہی کفر سکھا رہے ہیں۔ ہم جائز کہنے والوں کے لیے یہی دلائل کافی ہیں۔ شرک کفر و حرام کہنے والوں کو ضروری ہے کہ کوئی قطعی و ضروری العمل دلیل ڈھونڈیں تو معلوم ہوا کہ علامہ جس نذر کو حرام کہہ رہے ہیں وہ اور ہے یعنی تقرب غیر خدا جو بطریقہ عبادت ہونا نظر۔

بحث علمِ غیب

آقا وَمَولیٰ مُعَلَّمِ الْغُیُوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

ناظرین! ہماری نسبت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم اللہ غیوب کا جاننے والا ہونا ایک قطعی اور قرآنی مسئلہ ہے جس کے متعلق تنازع کرنا اور انکار کرنا کسی مسلمان اور امت کہلانے والے کو لائق اور مناسب نہ تھا مگر اس میں اختلاف

تنازع جس کو تنازع لفظی اور اختلاف اعتباری ہی کہا جاسکتا ہے اتنا بڑھ گیا کہ بجائے اس کے منکر علم غیب لعطاء اللہ کو مخالف قرآن و اسلام کہا جاتا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم الغیوب کہنے جاننے والوں پر آیاتِ قرآنیہ سے سند بطور استدلال فاسد کرکے فتویٰ شرک لگایا جارہا ہے اور چودھویں صدی کے مفتیان اس کو اپنے لیے اہم توحید اور باعث خوشنودگی مولائے کریم سمجھ کر اپنے پیر و مُرشد کے مردہ سُنت کو جو اس نے بھی ساری دنیا کے مسلمانوں پر فتویٰ شرک لگا کر جاری کی تھی، زندہ کررہے ہیں۔ یہ کوئی چیز نرالی نہیں بلکہ قرآن کریم کا مفہوم ہے اور صفت یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیر۔ وہ اسی صورت سے ہوتا ہے کہ قرآن کے مفہوم میں اصلی اور کل کو ملحوظ نہ کرتے ہوئے صرف چند آیات سے ظاہراً استدلال کرکے اپنے آپ کو مسلمان اور مخالفین کو کافر اور مُشرک کہہ دینا، اور پھر فخریہ طور پہ کہنا کہ ہم قرآن پیش کررہے ہیں۔ یہی ہماری صداقت کی نشانی ہے اور ہمارے مخالف تمہیں احادیث یا اقوال علما پیش کرتے ہیں۔ علمائے سابقین صحیح طرح قرآن کو سمجھتے ہوئے جن اقوال کے قائل و عقائد کے معتقد ہوتے، وہ ٹھیک ہے۔ ان کی روشنی میں کسی عقیدہ کو ماننا یا انکار کرنا زیادہ تسلی بخش ہوگا۔ بحث ہذا میں احادیث و اقوال مفسرین پیش کرنے کے ساتھ آیاتِ قرآنیہ پیش کی جائیں گی اور واضح کیا جائے گا کہ جو علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت جس حیثیت سے ہے، وہی ان آیات و اقوال سے معلوم و مفہوم ہے اور منکرین غیب لعطاء اللہ جن آیات سے نفی غیب پر استدلال کررہے ہیں وہ غلط ہے اور عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم الاجمعین و علماء سابقین کے قطعاً خلاف، جس کے غلط ہونے پر ان کے دلائل ذکر کرکے نیا سر قبل اس کے اپنا و مخالفین کا عقیدہ تحریر کیا جائے لفظ غیب کے متعلق لکھا جاتا ہے کہ یہ لفظ قرآنی اصطلاح میں متعدد معانی سے آتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے:-

---

١- سب مخلوق سے غیب۔
٢- مرد کی نسبت سے غیب۔
٣- ایک شخص کی نسبت غیب۔
٤- اللہ کے لیے مخلوق کی نسبت سے غیب۔ قرآن کریم میں اور کے سواء ان معانی پر لفظ غیب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ حسبِ ترتیب قرآنی استعمال کو ناظرین کی تسلی کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ

(١) هدًى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب (بقرہ پ١ ع١)

ہدایت کرنے والا ڈرنے والوں کے لیے جو پوشیدہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ (نظروں سے) ——— یہاں نظروں سے پوشیدہ پر اطلاق غیب کیا گیا ہے اور علم کا پایا جانا خصوصاً یقین و ایمان غیب ہونے کو مضر نہیں بلکہ زینا تصور بالکنہ یا بالوجہ ہو کر معصوم بنے اور نظروں سے پوشیدہ ہونا غیب کہلاتا ہے۔

(٢) فالصالحات قانتات حٰفظات للغيب بما حفظ الله (پ٥ نسا)

نیک عورتیں فرمانبردار حفاظت کرنے والیاں پوشیدہ چیز کی حسب حکم اللہ۔

(٣) ذلك ليعلم انى لم اخنه بالغيب (سورہ یوسف پ١٢ ع٤)

یہ اس لیے تاکہ جان لے (عزیز مصر) کہ میں نے اس کی خیانت اس سے پوشیدہ نہیں کی۔

یہاں عزیز مصر سے جو چیز پوشیدہ تھی یعنی معاملہ یوسف علیہ السلام و زلیخا اس کو قرآن نے غیب سے تعبیر کیا جو قولِ یوسف علیہ السلام ہے۔

(۴) عٰلم الغیب والشھادۃ ط ھوالرحمٰن الرحیم (سورۃ حشر پ ۲۸ ع ۳)
جاننے والا غیب اور شہادۃ کا (مخلوقات کی نسبت سے) وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔

(سورۃ حشر پ ۲۸، ع ۳)

محصول

اس آیت میں اللہ کریم نے اپنے معلومات کے بہ نسبت مخلوقات کے دو قسم بیان کیئے ایک غیب جو انسان کو معلوم و محسوس نہیں، اور دوسرا شہادۃ جو انسان کے سامنے ہے، تو معلوم ہوا کہ اللہ کی صفت علم الغیب میں غیب اضافی ہے نہ حقیقی کہ اللہ سے بھی غیب ہو کیونکہ ہر ایک چیز اس کی اپنی نسبت سے ظاہر اور سامنے ہے غیب نہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے۔

ان اللہ لا یخفیٰ علیہ شئ فی الارض ولا فی السماء

اللہ سے آسمانوں اور زمین سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ (بلکہ سامنے ہے)

(العمران پ ۳، ع ۱)

اور صفات اضافیہ مطلقاً اللہ تعالیٰ کا اضافہ نہیں بلکہ باعتبار غیر میں پائی جاتی ہیں اور قول مستند موجود ہے

تو یہ معنی صفت عالم الغیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود اور متحقق ہو سکتی ہے۔ لیکن ایک اعتبار سے اللہ کے لیے ذاتی حقیقی اور آقائے دو جہاں کے لیے عطائی حقیقی حضور اللہ کی نسبت سے معلم الغیب اور ہماری نسبت سے عالم الغیب اس کی نسبت سے پڑھاتے ہوئے اور ہماری نسبت سے پڑھانے والے ادھر سے شاگرد اور ہماری نسبت سے اُستاد، ادھر کی طرف سے مجبور اور ہماری طرف سے آمر۔

ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

بیان عقیدہ

ہمارا مذہب حضور اکرم سے صلی اللہ علیہ وسلم جمیع اشیاء جو کہ ماکان و مایکون اولین آخرین سے تعلق رکھتی ہیں، بتعلیم اللہ و

علم مستفاد جانتے ہیں اور علم رکھتے ہیں۔

منکرین کا عقیدہ

وہ دو فرقے ہیں۔ ۱؎ کہ بعض امور غیبیہ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جانتے ہیں۔

۲؎ حضورؐ کو بعض غیب کا عالم بھی کہنا شرک ہے۔ اگرچہ بعطاء اللہ کہا جاوے۔ اب عقیدہ اہلسنت کے اثبات پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں جو تین قسم ہوں گے۔ آیات قرآنیہ، حدیث۲؎ شریف، اقوال۳؎ مفسرین و محدثین دوران بحث منکرین غیب کے استدلات کے فساد و عدم قطعیت کو بھی زیر تحریر لایا جائے گا، اور فیصلہ ناظرین پر ہو گا کہ جو چیز قرآن کے اطلاق اور احادیث اور اقوال علماء کی تصریحات سے مفہوم ہو رہی ہے۔ کیا اس کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم الغیوب جمیع اشیاء کا کہنا کفر ہے، یا منکرین بلا دلیل قطعی و صریحی انکار علم مستفاد کر کے خود اس فتویٰ کے مصداق سید الانس والجان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم و کمالات نبوت سمجھنے کے لیے نصوص پر ایمان و ایقان رکھنا پڑتا ہے۔ اپنے پر قیاس کر کے کبھی کسی بڑے کو نہیں پہچانا جا سکتا۔ منکرین کی مثال تو ایسی ہے کہ کنویں کے مینڈک نے سمندر کے مینڈک سے اس کے پانی اندازہ لگانے کے لیے اپنے کنویں کی حدود کو مقیاس سمجھا، لیکن جب سمندر کی مینڈک نے کہا نہیں۔ میرا پانی اس سے بھی زیادہ ہے جس کے آگے یہ قطرہ کی حیثیت رکھتا ہے تو پھر کنویں کا مینڈک بولا، نہیں اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے نزدیک اپنے حدود و مقیاس تھے، نہ کسی کے۔ یہی ان لوگوں کی مثال ہے جو آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کے لیے اپنی نظر و سمع و علم کو مقیاس بناتے ہوئے " انما انا بشر مثلکم " پر نظر رکھتے ہیں، نہ کہ محمد رسول اللہ " اور " وکان فضل اللہ علیک عظیما " حتیٰ کہ انکار کر دیتے ہیں کہ ایسی سمع و بصر و علم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں، کیونکہ

انسان کا ہر ایک کام تحت الاسباب ہے اور ایسی صفات فوق الاسباب کسی بشر میں کب ہو سکتی ہیں، حالانکہ اس میں تفصیل ہے اس لیے کہ اسباب سے مراد کیا اسباب محسوس اور حاوی ہیں؟ تو پھر ایسے اسباب پر انبیاء کے اوصاف کو موقوف کرنا معجزات کا انکار ہے کیونکہ معجزہ ہوتا ہی وہ ہے جو خلاف عادت ہو اور ظاہری اسباب سے بالاتر۔ اگر مراد مطلق ہے کہ ظاہری محسوس ہو، یا باطنی مشروع تو پھر ٹھیک ہے کیونکہ انبیاء کا سمیع و بصیر وغیرہ ہونا اسباب پر ہی ہے جو خلاف عادت بعطاء اللہ ایک طاقت پیدا کی جاتی ہے جس کے سبب جانتے، دور سے دیکھتے اور سنتے ہیں۔ اللہ چاہے نہ سنائے نہ دکھائے وہ قادر ہے۔ ہم ظاہری نصوص کے معانی کے ساتھ معتقد ہیں، باطنی معلوم عند اللہ، اور نہ ہی ہمارے لیے مناسب ہے کہ اللہ کی عطاء کو اپنی حدود کے لحاظ سے محدود کریں، بلکہ اسی کی شان ہے۔

ینفق کیف یشاء (جتنا چاہے خرچ کرتا ہے) یوتی من یشاء (جسے چاہے دیتا ہے) واللہ یؤتی ملکہ من یشاء (اللہ اپنی بادشاہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے)

مندرجہ صفات و اختیارات رکھتے ہوئے، اللہ نے ہمیں دکھا دیا کہ:۔ میری "عطا اور چاہنے کو" کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کے لیے معیار بناؤ، نہ کہ اپنی حدود و صفات کو مقیاس و معیار اور علم النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ کہہ کر بطور خطاب علمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ۝ آگاہ کر دیا کہ میری طرف سے تعلیم کو مطلق پر ہی رکھو اور میرے فضلِ عظیم کو زیرِ خیال لاؤ اور اپنی طرف سے وجوہات عدم علم کر کے خبث باطنی کا اظہار نہ کرو۔ حضور پر یہی فضل کریم ہے کہ آپ کا علم ساری دنیا سے بڑھ کر، آپ کی رسالت خاتم اور آپ کے کمالات ساری دنیا کے کمالات سے اتم۔

ھوالھادی

دلائل اثبات از قرآن شریف

وما کان لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

اور نہیں ہے اللہ کہ مطلع کرے تم کو اور غیب کے، لیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں میں سے جس کو چاہے۔ (العمران پ ۴، ع ۱۸)

وجوہ استدلال

الغیب کی نفی سب سے کر کے بطریقہ استدراک دفع وہم کرتے ہوئے پسندیدہ رسول کے لیے اطلاع علی الغیب ثابت کر دی۔ لفظ غیب چونکہ معرف باللام ہے اس لیے مراد اگر نفی بعض مطلق لی جاوے تو یہ منکرین کے نزدیک بھی ٹھیک نہیں کیونکہ بعض پر اطلاع تو اور انبیاء بلکہ غیر انبیاء کو بھی ہے۔

(۲) اگر بعض خاص مثلاً علم قیامت و علم ما فی الارحام، تو یہ ٹھیک کہ اللہ ایسے علم کی اطلاع اپنے پسندیدہ نبی کو دیتا ہے، تو پھر علم کل اشیاء ثابت ہو گیا۔

(۳) اگر مراد کل و استغراق لی جاوے تو پھر بھی ہمارا عقیدہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کریم باقی مخلوق کو اطلاع کل غیب پر نہیں کرتا مگر اپنے محبوب و پسندیدہ نبی کو، اسی پر قرینہ "اجتبا" درست کرتا ہے اور سب انبیائے کرام سے افضل محبوب ترین ہمارے آقا و مولیٰ رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، تو پھر حسب مفہوم آپ معلّم جمیع غیوب ہوتے، المختصر ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ مفسد پر کلام نرم و نازک بے اثر

دوسری: کسی اسم جنس پر جب الف لام تعریف آجائے اور خاص مراد

معین نہ ہو تو پھر اس کو استغراق یعنی جمیع افراد پر حمل کیا جاوے گا۔ یہی علم اصول اور معانی و نحو سے معلوم ہوتا ہے، کما قیل :-

الجنس المعروف اذا استعمل ولم تقم قرینۃ
تخصصہ ببعض ما یقع علیہ فھو الظاھر فی
الاستغراق دفعاً للتوجیح بلا مرجع ۔

دیکھو کافیہ و عبد الغفور صفحہ ۲۹۸، تو پھر الغیب سے جمیع افراد نفیاً و اثباتاً مراد لینے پر حضور کے لیے اطلاع جمیع غیوب ثابت ہو گئی، ہذا ہو المراد۔

تیسری ۳ تفسیر ابو مسعود حنفی :- وانت خبیر بان الاستدراک بالاجتباء صریح فی ان المراد اظہار تلک السرائر بطریق الوحی الخ (ص ۲۹ ج ۲)

خلاصہ ان وجوہ سے معلوم ہوا کہ آقائے دو جہاں مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم معلم جمیع غیوب ہیں۔ اسی طرح احادیث مقدسہ میں بھی آیا ہے جو اپنے مقام پر ذکر ہوں گی۔

آیت نمبر ۲۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً من ارتضیٰ من رسول جاننے والا پوشیدہ کا نہیں مطلع کرتا اپنے غیب پر کسی ایک کو مگر اپنے پسندیدہ رسولؐ کو ان میں سے با غالب نہیں کرتا۔ (سورۃ جن، پ ۲۹، ع ۲)

استدلال اللہ کریم نے اس آیۃ کریمہ میں دو لفظ معرفہ بیان کیے ہیں۔ ایک معرفہ باللام دوسرا معرفہ بالاضافت جیسا غیبہ جن کے متعلق ضروری ہے لام سے اور ضمیر سے معہود و مرجع معین۔ ہو گا یا نہ اگر نہ ہو تو پھر دونوں استغراق پر دلالت کریں گے۔ اگر یہ خاص ہو تو پھر معین پر۔ اب اس آیت کو اگر معہود بنایا جاوے تو استغراق پر دلالت ہو کر پسندیدہ رسول ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کے لیے علم جمیع اشیا ثابت ہو گیا اگر بعض لیا جاوے تو پھر وہ بعض معلوم ہو گا" یا" مجہول و مطلق ثانی لینے میں خرابی ہے۔ چونکہ ایسا بعض تو غیر میں پایا جاتا ہے، پھر استثنائے رسول مرتضیٰ کی کرنی مفید نہیں ہو سکتی۔ اوّل یعنی بعض معین و معلوم لیا جاوے تو پھر ٹھیک لیکن یہ بعض معلوم جو ہے علم قیامت وغیرہ مثلاً ہو گا۔ تو اب بھی آقا دو جہاں کے لیے علم جمیع ما کان و ما یکون ثابت ہو گیا۔ علمآ نے بعض کو علم قیامت ہی بتلایا ہے لیکن بعض خاص کی دلیل۔

علامہ تفتازانی، شرح مقاصد ان الغیب ھھنا لیس علی العموم بل ھو وقت وقوع القیامت بقرینۃ للسابقہ ولا یبعد ان یطلع علیہ بعض الرسول من الملئکۃ والبشریۃ ۔

غیب سے مراد یہاں عام نہیں بلکہ وقت وقوع قیامت بوجہ قرینہ سیاق کلام تو پھر بعید نہیں کہ پسندیدہ رسول کو جو فرشتہ ہو یا بشر آگاہ کیا جاوے۔

حاصل معنہ اللہ نہیں مطلع کرتا جمیع منصبات پر جس کو اپنے رسولوں میں سے پسند کرے۔

نمبر ۲۔ اللہ نہیں مطلع کرتا غیب خاص وقت وقوع قیامت پر مگر جس کو اپنے رسولوں میں سے پسند کرے۔

استغراق کی دلیل: تفسیر فتح البیان فان الاضافۃ المصدر والجنس من صبغ العلوم اعلم یکن معہوداً کما صرح آئمۃ الاصول (ص ۸۴ ج)

سوال اے بدعقیدو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم جمیع اشیاء ثابت کرتے ہوئے کبھی اس آیت مندرجہ پر بھی خیال کیا ہے؟ یہ تو تمہارے عقیدہ

کی بیخ کنی کرتی ہے۔

آیت لوکنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ط (سورہ اعراف ع ۲۳ پ ۹)

اس آیت میں بھی لفظ غیب معرف باللام ہے جس میں تمہاری سابقہ طرز استدلال کو جاری کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع کل علم اور بعض خاص کا علم نہ تھا۔ تو پھر کس طرح تمہارا مدعیٰ ثابت ہوا، کیا یہ قرآن نہیں؟

الجواب

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھئے

قطع نظر اس کے کہ جو طریقہ استدلال نفی علم پر تم نے اختیار کیا ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توہین ہے جیسا کہ علم نحو میں " لَوْ " کا فائدہ بیان کیا گیا ہے۔ ہمارے مدعیٰ و عقیدہ کی تردید اس آیت سے نہیں ہو سکتی جس کی اور وجوہ کے سوا مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ یہ جواب کے طور پر کفار کے سامنے کہا گیا ہے نہ کہ مسلمان اس سے استدلال پکڑیں کہ حضور کو غیب نہیں تھا اور مراد اعلم الغیب سے بالنسبت کفار ہے، جیسا کہ لفظ خیر و سوء معرف باللام آ کر خاص پر دلالت کر رہے ہیں کیونکہ کفار رسالت کا انکار کرتے تھے۔ مطابق لست مرسلاً۔ اور مجنون کہتے تھے۔ العیاذ باللہ، یقولون انہ المجنون۔ اور صلح حدیبیہ کے وقت بھی کفار کی پارٹی کے نمائندہ نے لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاٹنے کو کہا تھا کہ اگر ہم رسول مانتے تو مکہ سے کیوں نکالتے۔ تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں کفار کو جواباً کہا، جس کا خلاصہ مطلب بطریقہ قیاس استثنائی یہ ہوا کہ اگر میں تمہارے نزدیک اے کفار و! غیب جاننے والا ہوتا ہے تو پھر رسالت حاصل کر لیتا اور جنون سے بچ

جانتا، لیکن تمہارے نزدیک منتفی ہے لہٰذا مقدم بھی منتفی کہ تمہارے نزدیک میں غیب نہیں جانتا۔

اب اگر کوئی کفار کی طرح حضور کو رسالت سے عاری اور جنون سے متصف جانتا ہے تو کہتا پھرے کہ ہمارے نزدیک حضور کو غیب نہیں، لیکن ہم مسلمانانِ اہلسنت وجماعت رسالت سے متصف اور جنون سے پاک جانتے اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ مطابق فرمان جل مجدہٗ

قولہٗ تعالیٰ، وارسلنٰک للناس رسولا (نساء پ ۵)

ہم نے آپ کو جمیع انسان کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

قولہٗ، جل مجدہٗ، نٓ، والقلم ومایسطرون ۝ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون ۝

قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی کہ لکھتے ہیں۔ نہیں تو ساتھ نعمت رب اپنے کے مجنون۔ (سورۃ القلم پ ۲۹، ع ۱)

مطابق قرآن ہمارا عقیدہ تو یہ ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کی نسبت حضورؐ نے اپنے علم کی نفی نہیں کی، مسلمان کوئی دھوکہ میں نہ آئے۔ ہاں جس کسی کا خیال انہی والا ہے، تو پھر اس کو کھلی اجازت ہے کیونکہ آقائے دو جہاں خود کہہ رہے ہیں۔

سند واقعی یہ کفار کے جواب میں آیت آتی ہے، اس کی دلیل سنیے:۔

تفسیر خازن خرج ھذا الکلام مخرج الجواب عن سوالھم الیٰ قولہٖ ما مسنی السوء یعنی الجنون وذالک انھم نسبوہ الی الجنون (ص ۲۶۶ ج ۲) ھکذا فی الجمل۔

نمبر۲۔ اس آیت میں کلمہ لَوْ مضارع پر داخل ہوا ہے جس کا معنی ماضی والا

ہوگا کیونکہ لَوْ زمانہ ماضی کے لیے آتا ہے۔ اگرچہ مضارع پر داخل ہو۔ دیکھو کتب نحو۔

لو للماضی وان دخلت علی المضارع (ہدایۃ النحو اصح المطابع ص۱۲)

تو پھر معنی ہوگا کہ میں اگر زمانہ ماضی میں غیب جانتا۔ الخ۔ اب نفی گزشتہ زمانہ کے لحاظ سے ثابت ہوتی، نہ کہ بعد نبوت کے زمانہ کی نسبت۔ باقی سب کمالات نبوت پر متفرع ہیں۔ رسالت خاتم سب سے اعلیٰ ہے تو پھر مدعی کی تردید نہ ہوتی۔ جھگڑا تو پیچھے کا پڑا ہوا ہے۔ زمانہ نبوی میں نہ تھا کیونکہ اس وقت کے مسلمانوں یعنی صحابہ کا عقیدہ تھا فقلوبنا بہ موقنات انما قال واقع (بخاری)

ہمارا یہ عقیدہ کہ حضور دنیا سے جب چلے تو آپ جمیع غیوب کے معلّم تھے۔

ایک قول مفسر سنیئے جو معتقدین کے دلوں کے لیے ٹھنڈک اور اطمینان اور منکرین کے لیے گرمی و حسران کا باعث بنے گا۔

تفسیر صاوی والذی یجب بہ الایمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینتقل من الدنیا حتی علمہ اللہ بجمیع المغیبات (ص۱۱ ج۲)

شبہ کبھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ جو حضور نے کہا ہے کہ میں نے سب دنیا کو دیکھا، اس سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک چیز کو پہچان لیا ہو، یا یہ اس وقت کے ساتھ مختص ہے، ہر حال میں نہیں ہے۔

جواب محدثین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ انکشاف مختص حالت صلوٰۃ کے ساتھ نہیں ہے بلکہ جمیع احوال میں۔

کما قیل، وانہ ابصار حقیقی خاص بہ صلی اللہ علیہ وسلم خرقاً للعادۃ ھذا فی التوشیح۔ وفی العینی، نقل عن مجاھد انہ کان فی جمیع احوالہ یعنی ما کانت مختصۃ

بحالۃ الصلوٰۃ (برحاشیہ بخاری ص۵۹)

اور صراحۃً لفظ موجود ہے "عرفت" جو دلالت کرتا ہے، علم جزئی پر ایسی تصریحات پر غور نہ کرنا اور اپنے آپ پر قیاس کرکے علم نبی کا انکار کرتے جانا کنویں والے مینڈک کی مثال ہے۔ ضد کو چھوڑ دو!

آیت نمبر۳۔ وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما ہ (نساء ع۱۷ پ۵)

اور سکھایا تجھ کو جو کچھ تو نہ جانتا تھا، اور فضل اللہ کا تیرے پر بڑا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ معلّم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم متعلّم ہیں۔ جل مجدہٗ نے فرمایا کہ میں معلّم بے نظیر ہوں اور تو شاگرد بے مثال، کیونکہ میری صفت علی کل شیء قدیر ہے اور تیری صفت ہے: انک لعلی خلق عظیم۔ اس لیے تجھ کو تعلیم بھی وہ دی جاتی ہے جو کسی اور میں نہیں۔ جس کو کلمہ مَا اپنے عام ہونے کے لحاظ سے شامل ہو کر اور کوئی معارض قطعی نہ ہونے پر جمیع ما کان وما یکون اوّلین و آخرین ہی کہا جا سکتا ہے۔ اسی پر فضل عظیم کا انعام دال ہے، شواہد۔

تفسیر ابن جریر ومن فضل اللہ علیک یا مُحَمّد مع سائر ما تفضل بہ علیک من نعمہ انہ انزل علیک الکتاب ھو القرآن الذی فیہ بیان کل شیء (الی قولہ) وعلمک ما لم تکن تعلم من خبر الاوّلین والاٰخرین وما کان وما ھو کائن ج۵

ترجمہ: اللہ کے انعامات سے اے محمد ﷺ تیرے لیے ایک یہ انعام ہے کہ اوپر تیرے نازل کی ہے کتاب جو قرآن ہے جس میں بیان کل شیء۔ ہدایت و نصیحت الخ۔ سکھایا تجھ کو جو نہیں جانتا تھا خبر پہلوں کی اور پچھلوں کی، اور جو ہو چکے اور ہونے والے اشیاء تھے۔ (انتہیٰ)

نقض اگر کلمہ مَا عموم کو چاہتا ہے تو پھر لازم آئے گا کہ مندرجہ ذیل آیتوں کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے غیر میں بلکہ غیر انبیاء میں جو مخاطب ہیں علم کل اشیاء پایا جاوے، حالانکہ تم بھی نہیں جانتے۔

آیت ۱، وعلمتم مالم تعلموا

اور سکھائے گئے تم جو نہیں جانتے تھے تم۔

آیت ۲، ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرہ ع ۱۸ پ ۲)

اور سکھاتا ہے تم کو (یعنی رسول کو) جو تم نہیں جانتے تھے۔

انتقاض کسی مدعیٰ کے نقض کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ جمیع حیثیات سے برابر ہوں حالانکہ ان آیتوں اور ہماری دلیل میں فرق ہے کیونکہ وہاں سکھانے والا مصداق لولاک لما خلقت الافلاک اور ذی استعداد نام ہے۔ ان آیتوں میں یہ دونوں چیزیں نہیں۔ اگرچہ آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلّم، معلّم اعظم نے صحابہ کرام کو بہت کچھ پڑھایا سکھایا، مگر ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق جانا اور یاد رکھنا۔ ہمارا تو کیا ہی کہنا، جیسا کہ موجود ہے۔

حفظ من حفظ ونسی من نسی الحدیث۔ ہر ایک کی علمیت اس کے استعداد اور معلم کی قابلیت کے مطابق ہوتی ہے۔ کسی چودھویں صدی کے مولوی کو اپنا علم وعلمیت قیاس باطل کا باعث نہ بنے اور اللہ محفوظ رکھے، آمین۔

آیت نمبر ۴، ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء
وھدًی ورحمۃً وبشری للمسلمین ۝

اللہ جل مجدہٗ نے اپنی کتاب قرآن مجید کی تعریف کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو خطاب کرکے لفظ شیء عام پہ لفظ کل داخل کرکے ہر قسم کی تخصیص و تاویل کو ختم کر دیا اور ثابت کیا کہ میری کتاب اگر بیان شیء ہے تو میرا نبی مخاطب ہر ایک

چیز کا معلّم ہے۔ میری کتاب کے بیان کل شیء ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تو پھر میرے نبی کے معلم علم جمیع اشیاء میں بھی توقف و انکار کرنا غلط ہے، ورنہ میرا خطاب کرنا ایسے کلام سے جو پورا اس کو جانے ہی نہ، کیا معنی رکھتا ہے۔ فافہم، لہٰذا ہمارا کسی ایک اشیاء کو قرآن سے نہ سمجھنا باعث تاویل و تخصیص نہیں بن سکتا۔ علم اصول کی کتب کا مطالعہ کیا جاوے اور ضد کو چھوڑا جاوے۔ نگاہ حق بین رکھنے والوں نے کیا خوب کہا ہے

جمیع العلم فی القرآن لکن تقاصر
عنہ افہام الرجال۔

خدا اسی عقیدہ پر رکھے کہ قرآن جمیع اشیاء کا بیان، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم معلّم جمیع اشیاء۔

آیت: ولکن تصدیق الذی بین یدیہ وتفصیل

لیکن سچا کرنے والا ہے اس چیز کو جو آگے اس کے ہے اور تفصیل ہر چیز کی۔

کل شیء وھدی ورحمۃ لقوم یومنون (یوسف ع ۱۲ پ ۱۳)

اور ہدایت و رحمت اس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہو۔

اس آیت سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ تفصیل ہر شیء ہوا اور پھر اس کے جاننے والا معلّم جمیع نہ ہو کیا معنی رکھتا ہے۔ ہاں علی ابصارہم غشاوۃ اور فی قلوبہم زیغ والوں کو تفصیل اجمالی نظر آتی ہے اور ہونا انکار۔ خدا ہر ایک مسلمان کو قرآنی مفہوم پر جو کسی آیت سے تناقض نہیں، اس پہ عقیدہ رکھنے کی توفیق دے۔

انہی آیاتِ قرآنیہ پہ جو بوجہ تنگ دامنی رسالہ اکتفا کرتے ہوتے احادیث نبویہ کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں سے چند کی عبارات اور باقی حوالہ جات مکتفی سمجھا جائے گا۔ ناظرین نے آقا و مولیٰ معلّم الغیوب علیہ السلام کے اقوال کو پڑھ کر غور کریں کہ کیا حکم ہے۔

ے فاستمع ماذا یقول العندلیب
حیث یروی من احادیث الحبیب

احادیث نبویّہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

عن انس بن مالك ، ان رسول الله صلّى الله عليه وسلم خرج حين ذاغت الشمس فصلى الظهر فقام على المنبر فذكر الساعة وذكر ان فيها امور اعظامًا لم قال من احب ان يسأل عن شئ فليسئل فلا تسئلو فى الا اخبرتكم ما دمت فى مقامى هذا فاكثر الناس فى البكاء واكثر ان يقول سلونى (الى قول) فبرك عمر رضى الله عنهٗ على ركبته فقال رضينا بالله ربًّا ربالاسلام دينا وبمحمد بنبيا نسكت الخ (بخاری ج ۱ ص۷۷)

تو معلوم ہوا کہ حضور نے ہر ایک چیز کے علم ہونے کا دعویٰ کیا جس پر نکارت شئے دال ہے اور صحابہ کرام نے بھی اس پر انکار و شبہ نہ کیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، عاجزی کے ساتھ عرضداشت کر کے کہ ہم اس پر راضی اور عقیدہ رکھنے والے ہیں، نیز معلوم ہوا کہ کسی نبی ولی کے سامنے عاجزی وانکساری کرنی جائز اور طریقہ صحابہ ہے نہ کہ جیسا آج کل پر فتویٰ شرک لگایا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ کسوف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے اس مقام میں ہر ایک چیز کو دیکھا اور تعداد کیا ہے، (الحدیث، بخاری صفحہ ۱۶، ج ۱) ایک حدیث بھی بعینہٖ ذکر کی گئی ہے۔ (مسلم ج ۱، صفحہ ۲۹۶)

حضرت جابر رضی اللہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہر ایک چیز مجھ پر پیش کی گئی ہے۔ الخ، مسلم (ج ۱ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ سے پوچھا، لاء الاعلیٰ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؛ کیا جانتا ہے تو؟ تو میں نے کہا نہیں، پھر یہ درت رکھا تا آنکہ میں نے جو کچھ کہا آسمانوں اور زمین میں ہے اس کو جان لیا، پھر پوچھا گیا تو میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔

قلت نعم فى الكفارات۔ (ترمذی جلد ثانی ص۱۵۵)

میں نے جان لیا جو کچھ مشرق و مغرب میں ہے۔ (ترمذی ص۱۵۶)

بعض طرق سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا ہے، مجھ پر بھی اللہ تعالیٰ نے غیوب کے دروازے کھول دیئے کہ میں نے جان لیا ہے، جو کچھ ان میں ہے ذوات و صفات ظواہر و مغیبات سے (حاشیہ قوۃ للغتذی بر صفحہ ۱۵۷، ترمذی، ج ۲)

حضرت ابی ذر مانے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں جانتا ہوں جو شخص جنت میں آخر میں داخل ہوگا اور جہنم سے آخر میں نکلے گا۔ (مسلم ص۱۰۶، ج ۱)

شان نزول آیت میں بیان کیا ہے:۔

فى سورها فى النين عرضت على آدم واعلمت من يؤمن به ومن يكفر به فبلغ ذلك المنافقون فقالوا استهزاءً زعم محمد انه يعلم من يؤمن به ومن يكفر ممن لم يخلق بعد ونحن معه وما يعرفنا فبلغ ذلك رسول الله صلّى الله عليه وسلم فقام على المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال ما بال قوم طعنوا فى علمى لا تسئلونى عن فيما بينكم الا انبأتكم (الى قوله) فقال النبى صلّى الله عليه وسلم فهل انتم منتهون فانزل الله تعالىٰ هٰذه الاٰية وما كان الله نيطلعكم على الغيب۔

ترجمہ حدیث مختصراً

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ میری امت مجھ پر پیش کی گئی ہے جس طرح آدم علیہ السلام پر سب اولاد پیش کی گئی تھی، اور جان لیا میں نے جو میرے ساتھ ایمان لائے گا یا کفر کرے گا، جب منافقین کو خبر پہنچی تو انہیں استہزا کے طور پر محمدؐ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں ان کو جو میرے ساتھ ایمان لائیں گے یا کفر کریں گے، جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔ حالانکہ ہم آس پاس رہتے ہیں، ہم کو نہیں جانتا۔ جب حضورؐ کو خبر پہنچی تو آپ نے میز پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد بیان کی اور فرمایا کہ کیا حال ہے قوم کا جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ سوال کرو مجھ سے جو چاہو، میں جواب دوں گا۔

آخر ایک نے پوچھا، میرا باپ کون ہے تو بتلایا آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے آپ کے غصے کو دیکھتے ہوئے عرض کی ہم راضی ہیں اللہ کے رب ہونے پر اور آپ امام ہونے پر، ہماری غلطی معاف کرو تو پھر حضورؐ نے فرمایا کیا تم آئندہ باز آؤ گے الخ۔ تو بعد اس کے یہ آیت اُتری۔

لوکنت اعلم الغیب، الخ مسابیح ص۲۹، خازن تفسیر نیشاپوری ص۱۳۹

۱، حضورؐ کے قول پر عقیدہ نہ رکھنا، بلکہ آپ کے علم میں طعن کرنا شیوہ منافقین تھا۔

۲، حضورؐ کا کسی چیز کو ظاہر نہ کرنا علم کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ کسی حکم خداوندی کے تحت مخفی رکھا جاتا ہے۔

۳، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعن کرنا جرم ہے، اس لیے حضرت عمرؓ نے جو طاعنین سے نہ تھے، آپ سے معافی مانگی۔

۴، حضورؐ نے **اھل انتم نمتھون** سے خطاب عام کر کے حکم صادر کر دیا کہ جو میری نبوت کے ساتھ ایمان رکھتا ہے میرے علم میں طعن کرنے سے

باز آئے۔

۵، یہ آیت منافقین کے لحاظ سے اتری ہے نہ آپؐ نے جواباً ان کو کہا ہے کہ اگر میں تمہاری طرف سے غیب جانتا الخ، نہ کہ مسلمانوں کے متعلق، لہٰذا اس سے کوئی مسلمان عدم علم پر دلیل نہیں پکڑ سکتا۔

۶، جبکہ ظاہر نہ کرنا عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔

لہٰذا تفسیق المسلمین و تکفیر المسلمین کرنے والا فرقہ یعقوب علیہ السلام کے رونے سے جو استدلال کرتا ہے کہ آپ کو علم نہ تھا حالانکہ ساری سورۃ میں کوئی ایک لفظ ایسا نہیں جو عدم علم پر دلالت کرے بلکہ یعقوب علیہ السلام کے قول **اعلم من اللہ مالا تعلمون ۝ بل سوّلت لکم انفسکم امراً** سے صراحتاً علم پر دال ہیں، اور ایسے گروہ کو برملا کہہ رہے ہیں کسی حکمت پر محمول کرنے کی بجائے عدم علم پر سند نہ پکڑو، مختصر۔

حضورؐ نے فرمایا کہ میرے لیے روشن ہو گئی ہر ایک چیز اور میں نے پہچان لیا۔

(ترمذی، ہذا حسن صحیح، مشکوٰۃ ص۷۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی جو اکثر عمر رسیدہ اور کم فہم ہوں گے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کریں گے۔ ان کا ایمان حلقوم سے نیچے نہیں اُترے گا اور اللہ کے دین سے اس طرح دور ہوں گے جیسا تیر کمان سے نکل کر دور ہوتا ہے۔ اگر تم کو ملیں تو ان کو قتل کرو، قیامت میں اس کا اجر ملے گا۔ (یہ بھی آئندہ کی خبر ہے)

(نسائی شریف ج ۲، ص۱۷۳)

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علی خشوعکم

ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظهری۔

(بخاری ج ۱ صـ ۵۹)

ترجمہ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم اللہ کی تمہارے رکوع وخشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں، میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

ایک صحابہ مسمیٰ بہ "ثابت بن قیس" جبکہ یہ آیت مبارکہ "لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی" (نبی کے آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو) نازل ہوئی تو مغموم ہو کر گھر بیٹھ گئے کہ میرے عمل ضائع ہی نہ ہو گئے ہوں، کیونکہ بلند آواز تھے۔ پیارے نبی علیہ السلام نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو کہہ، انک لست من اهل النار ولکن من اهل الجنة (بخاری ج ۱ صـ ۲۱۶) یہ آئندہ کی غیب کی خبر نہیں تو کیا ہے؟

اقوال مفسرین و محدثین

دربار علم الغیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

پہلا قول وعلمک ما لم تکن تعلم ای علوم عواقب الخلق وعلم ما کان وما سیکون الخ (تفسیر عرائس البیان ج ۱ صـ ۱۵۹)

قال العلماء الحق انه لم یخرج فینا صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا حتی اطلعه علی تلک الخمس ولکنه امر بکتمها۔ (صاوی صـ ۱۹۸)

ترجمہ:۔ علماء حق نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں گئے، مگر ان پانچ چیزوں پر مطلع کیے گئے تھے، لیکن انہیں پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ای جمیع الکائنات التی فی السموت بل وما فوقها کما

یستفاد من قصة المعراج والارض هی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتها (مرقاۃ مشکوٰۃ ج ۵ صـ ۴۶۳)

عبارت از علوم جزوی وکلی واحاطۂ آں۔ اشعۃ اللمعات کلکتہ ج ۱ صـ ۲۶۲

پس ظاہر شد و روشن شد مرا ہر چیز از علوم، شناختم ہمہ را۔ اشعۃ اللمعات ج ۱، صفحہ ۲۶۹۔

النفوس الزکیة القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة عرجت واتصلت بالملاء الاعلی ولم یبق لها حجاب فتری الکل کالمشاهد بنفسها او باخبار الملک لها۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج صـ ٦)

ترجمہ:۔ پاکیزہ نفوس علائق جسمانیہ سے پاک ہونے پر مدد الاعلیٰ سے ملتے ہیں اور ان کے لیے حجاب باقی نہیں رہتا۔ پھر سب اشیاء کو خود بخود دیکھتے ہیں یا فرشتہ خبر دیتا ہے۔

لکنه یکلم الناس علی قدر عقولهم ولا اعلم الغیب ای لا اقول لکم هذا مع انه یخبرهم عما مضی وعما سیکون باعلام الله الخ (تفسیر نیشاپوری ج ۷ صـ ۱۲۶ ہکذا ابو سعود صـ ۱۸۰)

ترجمہ:۔ حضور ہر ایک سے حسب مراتب اور اس کی عقل وسمجھ کے مطابق کلام کرتے ہیں۔ کفار کو کہا میں غیب نہیں جانتا یعنی تم کو نہیں کہتا۔

حالانکہ ان کو خبر دی ہے ان چیزوں سے جو ہو چکی ہیں یا ہوں گی۔ تو معلوم ہوا کہ جیسا کسی کا عقیدہ ہو ویسے ہی اس کے ساتھ کلام کی جاتی ہے۔ چونکہ کفار آپ کو معلم الغیب باعلام اللہ نہ مانتے تھے اس لیے آپ نے ان کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں غیب نہیں جانتا۔

ہاں اب بھی جو ان کا ہم عقیدہ و خیال ہو، تو پھر لا اقول لکم کے خطاب کے نیچے داخل ہے مگر ہم مسلمانان اہلسنت و جماعت نہ کہ وہ عقیدہ کفار کے خلاف ہیں۔ لہٰذا ہماری نسبت سے انکار نہیں اور نہ ہی اس سے عدم علم پر استدلال ہو سکتی ہے۔

مراد آنست کہ بے تعلیم الٰہی بحساب عقل اینہارا نداند آنہا از امور غیب اند کہ جز خدا کسے آنہارا نداند مگر آنکہ وی تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداند۔ (اشعۃ اللمعات ص۳۵)

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة وان كان لا يملكه الا الله لكن يجوز ان يعلمها من يشاء من محبيه واوليائه ۝

(تفسیر احمدی ص۴۹۸)

ترجمہ:۔ تجھے اختیار ہے کہ تو کہے! پانچ چیزوں کا علم اللہ کے بغیر ان کا کوئی مالک نہیں لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ اپنے محبوبوں اور دوستوں کو سکھا دے۔

ای من حیث ذاتها واما باعلام الله تعالیٰ للعبد فلا مانع منه كالانبياء وبعض الاولياء قال الله تعالیٰ ولا يحيطون بشيء من علمه الا بما شاء وقال الله تعالیٰ علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول (صاوی شریف ج۴ ص۲۶)

ترجمہ:۔ بذاتہا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا، مگر اللہ کے بتا دینے سے کوئی مانع نہیں ہے، جیسے انبیاء اور بعض اولیاء کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسی طرف ان آیتوں میں اشارہ کیا ہے کہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر جس رسول کو پسند کرے۔

الا ان الاطلاع علی تفاصیل آثار حکمة الله تعالیٰ فی کل واحد من المخلوقات هذه العوالم بحسب اجناسها وانواعها

واشخاصها وعوارضها ولواحقها كما هي لا تحصل الا لاكابر الانبياء عليهم السلام (منتهی)

(تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۷، نیساپوری جلد ۴ صفحہ ۱۵۴)

ترجمہ:۔ اطلاع تفاصیل حکمۃ اللہ پر اللہ کی حکمتوں کی تفصیلاً ہے پر آگاہی (اس جہان کے اجناس انواع و لواحقات وغیرہ) ہر ایک کو نہیں حاصل ہوتی مگر اکابر انبیاء کو۔

علم غیب جمیع اشیاء اولین و آخرین ما کان و سیکون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعلام اللہ و تعلیمہ ثابت کرتے ہیں ان مندرجہ آیات و احادیث اقوال محدثین و مفسرین پر اکتفا کیا جاتا ہے جو منصف کے لیے تو کافی اور موجب ہوں گی مگر متعصب کے لیے سارا قرآن ناکافی، کیونکہ جو شخص بلا دلیل صرف قطع و برید کرکے اپنے مطلب کو ثابت کرے وہ کبھی کسی دلیل کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اب آئندہ اوراق میں منکرین علم غیب کے دلائل جو فتویٰ کفر لگانے کے لیے اقوال فقہا کے لیے لکھے گئے ہیں، ان کی تشریح کی جاتی ہے جس میں تشریحات فقہاء کی تفصیل کو پیش کیا جائے گا، نہ محض عقلی تعبیر و تشریح۔

منکرین علم غیب کے دلائل فقہیہ اور اُن پر سیر حاصل تبصرہ

۱، رجل تزوج امراة بغير شهود فقال الرجل للمرأة خدا و پیغمبر را گواہ کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب الخ (فتاویٰ قاضی خان)

ترجمہ:۔ کسی نے نکاح بغیر شواہد کرتے ہوئے عورت کو کہا کہ خدا اور رسول کو گواہ کرتے ہیں، "قالوا" انہوں نے کہا، کفر ہوگا کیونکہ اس نے عقیدہ رکھا

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں۔ الخ۔

وجہ غلطی ۱ اس قول کو فتویٰ کفر لگانے کے لیے سند پکڑنا قواعد فقہاء کے مطابق غلط ہے چونکہ قالو یا قیل ان کے نزدیک ضعف پر دال ہوتا ہے' (دیکھو رسم المفتی)

وجہ ثانی ۲ کہ متکلم نے بطریقہ عطف قول کیا ہے جس سے اتحاد حکم معلوم ہوتا ہے یعنی علم غیب تو پھر "قالو" کے قائلین نے کہہ دیا کہ یہ کفر ہے۔ کچھ تبدیلی کر دینے سے حکم بدل جاتا ہے۔ کوئی کہے انشاء اللہ و محمد، یہ غلط ہے مگر کہے انشاء اللہ تم شاء محمد تو غلط نہیں ہو گا بلکہ ٹھیک ہو گا۔ تو معلوم ہوا کفر لگانے کے لیے کوئی قطعی قول ہونا چاہیئے، یہ ضعیف اور محتمل وجوہات۔

۲، ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما علمھم اللہ تعالیٰ احیانًا وذکر الحنیفۃ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب بمعارضۃ قولہٖ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ (شرح فقہ اکبر صہ ۱۸۵)

ترجمہ :- جان لے کہ انبیاء مغیبات اشیاء کو نہیں جانتے مگر جتنا اللہ تعلیم کر دے اور حنفیہ نے تصریح کی ہے ساتھ تکفیر اس کے جو اعتقاد رکھتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معارض آیت قرآن کے غیب جانتے ہیں۔

وجہ غلطی ۱ اس قول سے مفہوم ہو رہا ہے کہ جو انبیاء کے لیے بتعلیم اللہ غیب مانے وہ ٹھیک ہے اور ہم اسی کے ہی معتقد ہیں کہ اللہ نے آپ کو جمیع مغیبات کا علم دیا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہو رہا ہے احادیث و اقوال علماء سے، جو ثبوت علم میں پیش کی گئی ہیں۔ تو پھر جن پر اس قول سے فتویٰ لگانا مقصود تھا نہ لگا،

بلکہ یہ تو الٹی ان کی اہلسنت کی دلیل ہی ہو گئی۔

دوسری وجہ کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معارض آیت قرآن علم غیب ثابت کرے یعنی جس طرح اللہ کا علم ذاتی ہے ایسا، کیونکہ یہی معنی معارض ہو سکتا ہے ورنہ عطائی تو معارض ہے ہی نہیں۔ جیسا ابتداء قول میں ثابت ہو گیا ہے تو واقعی ایسا علم ماننے والا کافر ہے، لیکن ہم تو عطائی کے معتقد ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کو تم روک نہیں سکتے۔ جتنا چاہے جس کو دے جب تک دے تو پھر فتویٰ نہ لگ سکا بلکہ مؤلف نے شرح فقہ اکبر کی پوری عبارت نہیں لکھی، یہ عبارت بھی اس میں ہے۔

قول وبالجملۃ فالعلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہٗ وتعالیٰ ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ۔

(شرح فقہ اکبر)

ترجمہ :- علم بالغیب ایک امر ہے جو اللہ کے ساتھ ہی خاص ہے۔ کسی کو غیب کے جاننے کے لیے کوئی راستہ نہیں۔

مگر بتعلیم اللہ تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ جو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر تعلیم اللہ کے ماکان و ما یکون اوّلین و آخرین کو جانتے ہیں، بلکہ دو چار کو بھی تو اس پر فتویٰ لگاؤ، مگر مسلمانان اہلسنت والجماعت تو باعلام اللہ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اس تحریک تکفیر المسلمین کو بند کرو۔

۳، ذکر الحنیفہ تصریحًا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب بمعارضۃ قولہٖ (عامۃ لدین الہام)

غلطی کی وجہ اس کی تردید و تغلیط مثل سابق ہی ہے، یعنی معارض جو وجہ کفر بنے وہ یہ ہے کہ بذاتہٖ مانے، نہ بتعلیم اللہ، برائے تسلی

ناظرین کہ واقعی معارض یہی معنی ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا جاتا ہے:

علامہ شامی رح فرماتے ہیں کہ ان دعی علم الغیب معارضۃ للنص فیکفر بھا الا اذا اسند ذلک صریحًا او دلالۃً الی سبب من اللہ تعالیٰ او دعی علم الغیب بنفسہٖ یکفر۔ (ردالمحتار، ج ۳ ص۱۴ شامی)

ترجمہ :۔ اگر دعویٰ کیا جاوے علم غیب معارض نص، تو کافر ہوگا۔ ہاں اگر نسبت کیا جاوے کسی سبب کی طرف مثلاً وحی و الہام، الخ۔ اگر بقضاء اللہ کا عقیدہ نہیں رکھتا، یا دعویٰ علم غیب بنفسہ کا کرتا ہے تو پھر کافر ہوگا۔

علامہ شامی نے تو فیصلہ کر کے ایسوں کی زبان بند کر دی ہے، مگر جہاں ختم اللہ علیٰ قلوبھم کی مہر لگی ہو وہاں عطا عدم عطاء برابر ہوتا ہے۔ جن کو قرآن و حدیث فتویٰ کفر لگانے سے باز آنے کے لیے باعث نہیں ہو سکتے' وہاں علامہ شامی کا قول کیا حقیقت رکھتا ہے۔

بطور چیلنج

کہا جاتا ہے کہ جس طرح ہم نے اثبات مدعیٰ پہ دلائل پیش کی ہیں جو بطریق عبارت النص دال ہیں۔ خواہ احادیث ہیں یا اقوال مفسرین و فقہاء۔ کم از کم منکرین علم غیب ایک دو دلیلیں ہی ایسی پیش کر دیں جو عبارت النص کے طور پہ دلالت کر رہی ہوں کہ بتعلیم اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم معلّم الغیوب نہیں۔ دوسروں کو تو قطعی دلائل پیش کرنے کو کہنا مگر خود عقلی ڈھکوسلوں سے نفی غیب کرتے جانا، یہ کہاں کا انصاف ہے۔ جن آیات سے تم عوام کو دھوکے دیتے تھے فقہانے خصوصًا

علامہ شامی نے تشریح کر کے راز کو فاش کر دیا ہے۔ لیکن بہ وثوق کہا جاتا ہے کہ ایسی ایک دلیل بھی نہ پیش کی جا سکے گی جس میں تصریحی طور پہ موجود ہو کہ فلاں چیز کا علم حضور کے لیے کمال تھا۔

اللہ نے آپ کو تعلیم نہیں کیا، قرآن نازل فرمانے والا اللہ متعدد جگہ فرما رہا ہے کہ "میں نے سکھایا"، مگر یہ کہہ رہے ہیں کہ ایسا علم ہونا شرک ہے، بمطابق توجیہ القول بمالا یرضیٰ قائلہ۔

کیا چال بے ڈھنگی اپنا رکھی ہے؛

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پر وہابیہ کا فتوئے اور اُس کا جواب

ناظرین! مؤلف رسالہ معہودہ نے حسب مقتضائے طبیعت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے اشعار نقل کر کے ان پر بلا لحاظ اعتبار و حیثیت فتویٰ شرک لگا کر یہ نہ خیال کیا کہ اس فتویٰ کی زد میں خود اپنے پیشوا بھی آتے ہیں یا نہیں اگر نہیں زد میں آنے کے باوصف محفوظ رکھنے کی توجہ کرتے ہو تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر فتویٰ لگانا اس تعصب کی محفوظ رکھنے کی توجہ کرتے ہو تو عناد کی غمازی کر رہا ہے جو اس جماعت کا شیوہ ہے۔ مندرجہ ذیل بحث میں ان اشعار سے چند کو بوجہ لحاظ اختصار ذکر کر کے وہابیہ کے فتویٰ کی تغلیط کی جاوے گی، جو دو جوابوں پر مشتمل ہوگی۔ تحقیقی ص۱۔ الزامی ص۲، فیصلہ قارئین پر کہ جو وہابیہ نے شور مچا رکھا ہے، اس کی کوئی حقیقت بھی ہے یا محض عوام میں جہاں اتحاد ہے تو اختلاف، توافق ہے تو تخالف، معاونت ہے تو معاندت، دوستی ہے تو دشمنی اور

حسن ظن ہے تو بدظنی پیدا کرنا مقصود ہے۔ یہ اوراق اپنے عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے لکھے گئے ہیں، نہ ان کو تسلیم کرانے کے لیے مقصود صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو اصلاحی پروگرام بتلاؤ، نہ کہ تخریبی و فسادی۔

اشعار اعلیٰ حضرت

۱ـ لاورب العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
(حدائق بخشش، ج ۱ صفحہ ۵۰)

۲ـ نہ کیوں کر کہوں یاحبیبی اغثنی
اسی نام سے مصیبت ٹلی ہے!! (ج ۱، صـ۶۳)

۳ـ شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو!
کیا قدر اس خمیرۂ ماء مدر کی ہے

جواب اوّل کسی چیز کی نسبت کسی کی طرف جو کی جاوے، علمائے فن نے اس کی دو قسم بیان کی ہیں۔ منصوب الیہ کو فاعل حقیقی و مؤثر حقیقی تصور کیا جاوے۔ عقیدہ ہو تو پھر یہ نسبت حقیقیہ کہلائے گی۔ اگر منسوب الیہ کو ایسا خیال نہ کیا جائے بلکہ سبب مان کر نسبت کی جائے تو پھر نسبت مجازیہ ہوگی۔ مسائل شرعیہ کا دار و مدار عقیدہ اقوال پر ہے۔ نہ نفس اسناد پر، مثلاً ایک ہی کلام اسنادی ایک دہریہ کہے تو حقیقت اسناد مراد ہوگی۔ اگر یہی کلام ایک مسلمان کہے جس کا عقیدہ معلوم ہے یا اس کے کسی قول میں بجائے اس منسوب الیہ کے اللہ کی طرف اسناد کیا گیا ہے تو پھر یہ اللہ کے غیر کی طرف نسبت مجازیہ کہنی پڑے گی کیونکہ مسلمان کے عقیدہ یا اس کے قول کے

خلاف ہے۔ اس پر علماء بیان نے مفصل بحث کی ہے، مثلاً دہریہ اگر کہے، ربیع نے گھاس اُگایا ہے تو حقیقت ہوگی کیونکہ اس کا عقیدہ خدا کے غیر کو مؤثر و فاعل حقیقی ماننے والا ہے۔ اگر مسلمان کہے تو اسنادی مجازی ہوگا، کیونکہ اس کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ یہ تو فاعل و مؤثر مستقل اللہ کریم کو ہی جانتا و مانتا ہے۔ لہٰذا یہ نسبت سبب ہونے کے طور پر ہوگی۔ یا عقیدہ معلوم نہ ہو۔ مگر اس متکلم کی کلام آخر میں نسبت اللہ کی طرف پائی جاوے تو پھر اس کلام کو جس میں غیر خدا کی طرف نسبت ہے مجازی کہیں گے ورنہ دو کلاموں میں تناقض و تخالف رہے گا جو متکلم واحد کی نسبت سے ماننا عقیدۃً خلاف عقل و نقل ہے۔ جیسا کتب علم معانی میں مذکور ہے۔

ع منیر عنۃ قنز عاعن قنزع

ترجمہ:۔ اس میرے دوست کے بالوں کو کم کردیا، راتوں کے دوپہر کے آنے نے۔

یہاں نسبت زمانہ کی طرف کی گئی ہے لیکن یہ مجازیہ ہوگی۔ اس لیے کہ اس متکلم کے دوسرے شعر میں فنا کرنا، باقی رکھنا کی نسبت اللہ حکم اللہ کی طرف ہے تو پھر کہنا پڑے گا کہ شعر ہذا والی نسبت بطور سبب ماننے کے ہوگی کیونکہ امتداد زمانہ انسان میں کمی بیشی کا ذریعہ ہوتا ہے، جو ظاہر ہے نہ کہ حقیقی جو کہ دوسرے قول کے خلاف ہے۔

ع افناقیل اللہ للشمس اطلعی
(اس کو فنا کیا اللہ کے کہنے نے سورج کو کہ طلوع ہو)

تو معلوم ہوا کہ متکلم کے نزدیک اصلی آمر و جابر اور مغنی اللہ ہے۔ اس کے سوا بطور سبب و بعطاء اللہ دیکھو مختصر المعانی و مطول بحث اسناد۔ اسناد کے دو قسم معلوم ہونے پر جاننا چاہیئے کہ فتویٰ لگانے کے لیے اللہ کے غیر کی طرف پہلے قسم کی نسبت کرنی شرک ہوگی، جبکہ متکلم کا عقیدہ اور قول اس کے خلاف نہ ہو ورنہ دوسرے

قسم پر فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ کسی واصف و مادح کے عقیدہ و کلام پر نظر نہ کرنی اور فتویٰ لگاتے جانا شان علماء کے خلاف ہی نہیں، بلکہ جہالت مرکبہ و مفسد اعظم ہونے کی دلیل ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کے نزدیک موثر حقیقی اللہ کریم ہے آقا کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو نسبت کی گئی، سبب و ذریعہ قاسم ہونے کے لحاظ سے کی گئی ہے جو آیات قرآنی و احادیث نبوی کا مفہوم و منطوق ہے جس کی تفصیل کے لیے رسالہ کی تنگ دامنی اجازت نہیں دیتی۔ "اشارۃً و کنایۃً" ذکر کیا جاوے گا۔ عقیدہ کی بجائے خود اعلیٰ حضرت کے اور اشعار مدحیہ اس پر دال ہیں۔

شعر

۱۔ اُسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بنایا

۲۔ کیا حق نے تجھے وہ رُتبہ عطا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا!
کہ کلام مجید نے کھائی شہا! تیرے شہرہ کلام و بقا کی قسم

تو معلوم ہوا، بطریقہ عطا، اللہ دینے والا نکلتے ہیں اور کمالات عطائیہ کے لحاظ سے بے مثال انسان، نورانی بشر مانتے ہیں۔ اشعار مندرجہ کے متعلق تفصیلی جواب کے لیے درج ذیل آیات کی تفسیر پڑھیے!

(۱) ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك الخ (نساء پ۵)
(۲) وما ارسلناك الا كافة للناس الخ (پارہ ۲۲)
(۳) لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (سورہ بلد پ۳۰)
(۴) وقيله يارب ان هؤلاء قوم لا يؤمنون ٥ (پارہ ۲۵)
(۵) لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون (پارہ ۱۴)

اوصاف کے اقسام

موصوف کی صفت جس سے متصف کیا جائے اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ذاتاً پائی جاوے، عطا ہو، یا محض سبب ہونے پر موصوف بنایا جاوے۔ حقیقیہ ذاتیہ، حقیقیہ[۱]، عطائیہ[۲]، مجازیہ[۳]۔

پہلی قسم کے مطابق اللہ ہی دافع، نافع، معطی، منعم وغیرہ ہے۔ کوئی شریک نہیں اور غیر کے لیے ماننا شرک ہے۔

دوسری دونوں قسمیں اللہ میں کہنی غلط ہیں، بلکہ یہ اس کی مخلوقات کی صفتیں ہیں، انہی کے مطابق ہم اہل سنت والجماعت آقائے کل علیہ السلام کو اپنا دافع و نافع و منعم و معطی کہتے ہیں، جس پر قرآنی استعمالات و احادیث دال ہیں۔

(۱) ولا نقموا الا ان اغناهم الله ورسوله من فضله۔ (سورۃ توبہ پارہ ۱۰)

اور نہیں عیب لگاتے مگر اس لیے کہ ان کو غنی کیا اللہ کے اور اللہ کے رسولؐ نے فضل سے۔

(۲) اذ تقول للذی انعم الله علیه وانعمت علیه (پ۲۲)
(۳) والله یعطی انما انا قاسم (حدیث)

پہلی قسم کے لحاظ کسی غیر خدا کو متصرف فی الامور یا عالم کہنا شرک ہے، نہ دوسری نمبر۲ کے اعتبار سے تجدید پارٹی کی جہالت اور خود اپنے اسلاف کی کتابوں سے بھی ناواقف ہونے کی نشانی ہے کہ بے رعایت اعتبارات فتویٰ شرک لگاتے ہیں۔

دیکھو فتاویٰ رشیدیہ: قولہٗ

اور جو شیخ قدس سرہٗ کو متصرف بالذات و عالم غیب بذات خود جان کر پڑھ وہ مشرک ہے اور اس عقیدہ سے پڑھنا کہ شیخ کو حق تعالیٰ اطلاع کر دیتا ہے اور با تعالیٰ شیخ حاجت برآری کر دیتے ہیں تو مشرک نہ ہوگا۔"

(فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ مراد آباد، ج ۱ ص۳۱)

خلاصۂ کلام

شعر نمبر ۱ میں اعلیٰ حضرت نے آقائے کل باعث ایجاد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبب انعامات و قاسم خیرات عقیدہ رکھتے ہوئے ہر ایک چیز کے ملنے کی نسبت آپ کی طرف بطور صفت عطائیہ و مجازیہ کر دی ہے جو مفہوم قرآن و حدیث ہے یہ شرک کیسا ہو گیا۔ تم تو کسی ایسے آدمی کے متعلق جہاں کوئی نص بھی نہیں کہہ دو تو ٹھیک ہے، جیسا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو قاسم العلوم والخیرات لکھا جاتا ہے، دیکھو "کلمۃ الایمان" مصنفہ مولوی سرگودھی ص۲۱ و اشتہار جلسۂ لائلپور منعقدہ ۲۱؍ اکتوبر ۱۹۵۵

تم تو ایک اپنے استاذ و رہبر غیر معصوم کو قاسم الخیرات جمع مونث سالم معروف باللام کے ساتھ کہتے لکھتے اور معتقد ہوتے ہوئے تو توحید میں ذرا بھر فرق نہ آئے، مگر اعلیٰ حضرت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کا فیض ہر ایک کو ہے، کہہ دیا تو شرک بن جائے واعجباً۔

میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے ہوئے طلب مدد کی گئی ہے، جو ٹھیک اور معمول بہا ہے اور یہ کہا گیا کہ آپ کے نام کو وسیلہ پکڑنے پر دفع بلا ہوتی ہے، اور ہوئی ہے۔ اس چیز کو قرآن نے یہود کی نیک خصلت اور بعض ازاں خصلت بد کو ذکر کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دافع ہونے کو بیان کیا۔

وکانو من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءکو ما عرفو کفرو به ط (پ۱ بقرہ)

میرے نبیؐ کے آنے سے پہلے تو وہ طلب فتح و دفع شکست اس کے نام کو پیش کر کے کیا کرتے تھے، مگر جبکہ وہ آیا جس کو نافع و دافع ہونا جانتے تھے، کفر کے ساتھ گو یہود بعثت سے پہلے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانتے تھے مگر آنے پر انکار کیا۔ ان کے خلاف آجکل کئی مبعوث ہونے کے بعد انکار کرتے ہیں، مگر قیامت کو مانیں گے، مطابق یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً" مگر الآن وقد عصیت قبل کے مصداق مفید نہ ہوگا۔ اس کے متعلق کیا خوب کہا گیا۔

آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ اُن سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر شکل انسانی میں نور خدا کو جو قد جاءکم من اللہ نور۔ (القرآن) اور اول ما خلق اللہ نوری۔ (حدیث) سے مفہوم ہو رہا ہے اگر نہ مانا جائے تو پھر جو کمالات ظہور پذیر ہوتے ہیں اس مٹی اور پانی سے کب مقدور ہیں۔ بلکہ ان کے طبعی حالات کے مخالف۔ تو پھر اس شکلِ انسانی میں نورانیت ہی تھی کہ جو کمالات ان سے ظاہر ہوتے، مطلق انسانوں سے کیا انبیاء سے بھی ایسے نہ ہوتے بلکہ جو غیر مجسم اور محسوس تھے یعنی فرشتے بلکہ خصوصاً جبرائیل علیہ السلام بھی اس مجسم کی حد پرواز تک نہ پہنچ سکے تو کیا یہ شرک ہے؟ یا عین تعریف۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اعلیٰ حضرت نے حضور کو نورانی بشر لکھ کر وہابیہ کے منہ پر مہر لگا دی جو کہتے ہیں کہ بریلوی حضورؐ کو بشر اور انسان مانتے ہی نہیں، ہاں ہم اس معلم الغیوبؐ کو ایسا بشر نہیں مانتے جس کی قدر بڑے بھائی جیسی ہو، یا جس کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ ہو۔ العیاذ باللہ تو معلوم ہوا کہ واقعی ان کو حضورؐ کی تعریف و توصیف پسند نہیں ہے، توحید کی پاسداری کو ذریعہ بنا کر اظہارِ عداوت کیا جا رہا ہے، مفصل پھر۔

جواب ثانی

قارئین! پہلے جواب میں قواعد و قصد متکلم کو تحریر کرکے تحقیقی طور سے ثابت کیا گیا کہ اشعار مندرجہ شرکیہ نہیں۔ اب ان لوگوں کے چند اشعار جو ان وہابیہ کے نزدیک بلکہ ان میں سے بعض ہمارے نزدیک بھی واجب الاحترام ہیں، نقل کرکے بطور الزام ثابت کیا جاتا ہے کہ جب یہ اشعار شرکیہ نہیں اور یقیناً نہیں تو اعلیٰ حضرت کے کیوں ہیں؟ اگر اپنے فتویٰ پر ہی قائم رہنا ہے تو پھر ہم پوچھتے ہیں ان کو کیا کہو گے؟ خدا چشم بصیرت قلب منصف عطا کرے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اپنا استغاثہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

یا خیر من یرجی لکشف ذریۃ!

اے بہتر جس سے دفع مصیبت کی اُمید ہے۔

ومن جودہ فاق جود السحائب!

آپ کی جودہ سخا ابر براں سے بھی فائق ہے۔

فاشہد وان اللہ رحو خلقہ

میں اس پر شاہد ہوں کہ اللہ اپنی خلق پر راحم ہے۔

وضك مفتاحٌ کنزٌ مواھب!

اور آپ کی ذات گنج پر عطا کی کنجی ہے۔

(قصیدہ اطیب النغم)

مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ؔ رجا و خوف کی امیدوں میں ہے امید کی ناؤ
جو تو ہی ہاتھ لگائے تو پھر ہوئے بیڑا پار

اس میں مولوی محمد قاسم صاحب حضورؐ کو غائبانہ پکارتے ہوئے طلب مدد کر رہے ہیں۔ (قصائد قاسمی ص۸)

ؔ تیرا سایہ ہو جس پر اس پہ ہو اللہ کا سایہ
خدا راضی ہو تو راضی ہو شاہا جس مسلمان سے
مدد کر غوث اعظم بے کسوں ہم سے غریبوں کی
چھڑائے غیر تیرے کون دست نفس و شیطان سے

(قصائد قاسمی ص۳۵)

قارئین! مذکورہ اشعار پڑھ کر توازن کرتے ہوئے ان سے ہی پوچھئے کہ کیا جواب ملتا ہے خدا ہر ایک کو نظر کو انصاف سے نوازے اور ایسی حرکات سے۔ ناچیز کو عقیدہ اہلسنت یعنی اللہ بخشتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخشواتے ہیں۔ وہ دیتا ہے آپؐ دلواتے ہیں۔ جس کو اعلیٰ حضرت نے اپنے شعر میں بیان کیا اس پر قائم رکھے، آمین ؎

میرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا مگر اُن سے اُمید ہے تجھ سے رجا
تو کریم ہے اُن کا کرم گواہ وہ رحیم ہیں تیری عطا کی قسم

ربنا اننا نتوسل الیك بجاہ نبیك صلی اللہ علیہ وسلم
ان توفقنا لما تحب وترتضیٰ وبك نستعین ۃ

تمت بالخیر

ہماریِ مطبوعات

- بہارِ شریعت
- تسکین الجنان
- شمع ہدایت
- عقائدِ اہلِ سنت
- حقانی تقریریں
- نورانی تقریریں
- عرفانی تقریریں
- قرآنی تقریریں (زیرِ طبع)
- ایمانی تقریریں 〃
- رُکنِ دین 〃
- قصص الانبیاء 〃
- دعوۃ الحق فے معیار الحق 〃
- قانونِ شریعت 〃
- فلسفہ نماز 〃
- مقالاتِ کاظمی 〃
- میلاد النبی ﷺ
- ذکرِ حبیب ﷺ
- ابیاتِ باہو
- ہمفرے کے اعترافات
- احکامِ رمضان
- اوقات الصلوٰۃ
- دُعا بعد نماز جنازہ
- حیلۃ الاسقاط
- شفاعتِ مصطفےٰ ﷺ
- نور الایضاح
- تلخیص المفتاح
- علم الصرف اولین آخرین
- النحو الواضح ابتدائیہ
- عربی کا معلم

مکتبہ ضیائیہ ○ بوہڑ بازار ○ راولپنڈی